UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226628

UNIVERSAL
LIBRARY

THE BOOK WAS DRENCHED

اعظم الاخلاق

حصہ دوم

حبیب احمد

هذا بیان للناس وهدی وموعظة للمتقین ۰ واما من خاف مقام ربه ونهی النفس عن الهوی فان الجنة هی الماوی ۰ ونفس وما سوىها فالهمها فجورها وتقوىها قد افلح من زكىها

هذا بصائر من ربکم وهدی ورحمة لقوم یؤمنون ۰

هذا بصائر للناس وهدی ورحمة لقوم یوقنون ۰

الحمد للہ کہ اس زمان سعادت اقتران میں کتاب مستطاب

زرین معنون باسم سامی ونام نامی شہزادہ آفاق

یعنی حصہ دوم

اعظم الاخلاق

کو

عبد ملتجی حبیب احمد برزنجی نے تالیف کرکے

بجناب نواب امیر جماعت علیخان بہادر دام اقبالہ کے نذر کی

۱۳۳۴ ہجری

۱۷۰

بار اول تعداد طبع (۱۰۰۰) (مطبوعہ خورشید پریس متصل بازار نیا پل حیدرآباد) فی جلد (عہ)

CHECKED 1990
By SL & L
Checked 1965

تقریظ عالیجناب ذو الفضائل والفواضل المولانا المجد مولوی حافظ غلام محمد صاحب خطیب مکہ مسجد فیضہ

بر کتاب قوانین الانتظام الممالک النظام معروف بہ کتاب دستور العمل فی الملک حضور النظام مصنفہ جناب مولانا احمد حسین صاحب ... سید عابد ... عم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ٭

امابعد پوشیدہ نہ رہے کہ نظام عالم کی بنیاد حسن معاشرت اتحاد باہمی مساوات اور مواسات کے پاک و بے لوث اصولوں پر رکھی گئی ہے جب کسی ملک کا تمدن اصول نظام معاشرت سے انحراف پاتا ہے اخلاقی حالت خراب ہو جاتی ہے ہمدردی و موانست کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے تو وہاں طرح طرح کی خرابیاں اور بے عنوانیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں امن و سکون معرض خطر میں پڑ جاتے ہیں فساد اور فتنہ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے شور و شر کے امن سوز شعلے بلند ہو جاتے ہیں حقیقی آرام و عیش صفحہ ہستی سے مٹ جاتے ہیں اور جہاں کا تمدن عمدہ معاشرت اچھی ہوتی ہے وہاں عیش و آرام امن و اطمینان کے سایہ میں لوگ منازل زندگی طے کرتے ہیں بے غمی اور فارغ البالی کی نرم بساط پر میٹھی نیند سوتے ہیں بادشاہ و رعیت کا دل مسرور ملک آباد خزاین معمور ہوتے ہیں آسمان سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے مواسات و غمخواری کا رشتہ دراز محبت اور موانست کا دائرہ وسیع اتحاد و اتفاق کی رسی مضبوط ہوتی ہے غرض دنیا کی آبادی ملک کی سرسبزی و شادابی صرف حسن انتظام معاشرت کی خوبی سے وابستہ ہے اور حسن انتظام کا دار و مدار تمدنی اصولوں کی خوبی و عمدگی پر موقوف ہے جن کا سرچشمہ اسلام اور صرف اسلام ہے اسلام نے جو تاکید و خوبی اور وضاحت سے اصول مواسات اور قوانین معاشرت بتلائے ہیں دنیا میں کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تمدن عالم کی تاریخ بہت قدیم اور اس کے اوراق عجائب و غرائب روزگار سے بھرے ہیں ظہور اسلام سے پہلے تمدن عالم کی جو حالت تھی وہ کتب تواریخ کے دیکھنے والوں پر مخفی نہیں ہے اور بعد ظہور اسلام تمدنی حالت میں جو جو مفید تغیرات اور اصلاحیں رونما ہوئے ہیں وہ بھی اہل سیر اور تاریخ دانوں پر ظاہر ہے جس سے ہر منصف مزاج انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ اسلامی تمدن نے دنیا کو کس قدر فائدہ پہنچایا ہے اور بنی نوع انسان کا کس درجہ ہمدردی و خیر خواہی کا سامان فراہم کیا ہے یوں تو اس وقت ہر ایک ملک کا تمدن بگڑا ہوا اور قابل اصلاح تھا لیکن تمدن عرب کی حالت ناگفتہ بہ اور نہایت ردی ہو گئی تھی ادنیٰ ادنیٰ بات پر خونریزی ہو جانا ایک معمولی بات تھی رہزنی و غارت گری و شجاعت و بہادری کے جوہر سمجھے جاتے شراب نوشی قماربازی سخاوت کی دلیل تصور ہوتی تھی وغیرہ

وغیرہ بربادیاں جو کہ مشیت میں حسب فرمان ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین قرار پا چکا تھا
کہ نظام عالم کا سلسلہ ایک خاص وقت تک ضرور قایم رکھا جائیگا اور جب تک برکتیں وسعت کل شیٔ
کے عام سایہ کو وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کی حسن وساطت سے تمام دنیا میں پھیلایا نہ جائے گا
سلسلہ کائنات کو اس کا نظام تمدن کبھی منقطع نہ کیا جائے گا [illegible] ٹھیک ایسے وقت میں جبکہ دنیا پر جہالت و
ضلالت کی تاریک گھٹائیں چھا چکیں اور [illegible] فسق و شر کی صدائیں گونج رہی تھیں آفتاب عالمتاب
اسلام کو افق ہدایت سے طلوع [illegible] ناف زمین کے بلند و سربفلک پہاڑوں کے چوٹیوں
پر عکس انداز ہوا اور بتدریج اسکی نورانی کرنیں [illegible] کی افق پہ تاباں ہوگئیں اب کیا تھا سفید و سیاہ
میں امتیازی حد قایم ہوگئی اور رفتہ رفتہ [illegible] اصلی شکل میں نمودار ہوئی جاء الحق وزھق الباطل
کی صدا فضائے عالم میں گونج گئی حق پرستی کا اعلان اور باطل پرستی کا بطلان ہو گیا بغض و عداوت کی جڑیں
کاٹ دی گئیں محبت و الفت کی شاخیں ہری ہوئیں اور اس کے اصول مستحکم ہوکر واذکروا اذ کنتم اعداء
فالف بین قلوبکم کی تفسیر سے شکر گزاری [illegible] کی گئی دنیا کو احیات بعد الممات کے آغوش میں
[illegible] اسلامی شان و شوکت میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہونے لگی اسلامی عز و وقار کے ساتھ تمدن
اسلامی کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا اور حسب ارشاد وله اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرھا
تمام دنیا اسلام کی حلقہ بگوش ہو گئی اور لیظهره علی الدین کلہ کی پیشین گوئی حرف حرف پوری اتری
ہر سمت تمدن اسلام کا گرمجوشی اور تپاک [illegible] خیر مقدم و احترام کیا گیا ایک مدت دراز تک اسی کے
پر امن سایہ میں دنیا نے پرورش پائی اور اس کے فیض عام سے اپنے اور بیگانے یکساں مستفید ہوئے جب یکایک
دنیا سیاسی حد سے بڑھ گئی غفلت و نخوت انتہا کو پہنچ چکی اصول شرعیہ کی پابندی چھوڑ دی گئی فروع
ملیہ سے بے پروائی برتی گئی [illegible] بے قدری ہونے لگی خود غرضی نے دلوں پر قبضہ کر لیا شعائر دینیہ
کا احترام [illegible] حدود الٰہی سے تجاوز کیا گیا تو [illegible] والتعاون [illegible] ہو گیا کہ ان اللہ
لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم الخ لہذا اولم یروا انا نأتی الارض ننقصها من اطرافها
کا ایک دوسرے رنگ میں ظہور ہوا اسلامی شان و شوکت کی مضبوط دیواروں میں رخنے پڑ گئے [illegible]
وسیع [illegible] حکومت کا دائرہ تنگ ہونے لگا اور بحکم الملک والدین توامان اسلامی تمدن کا اثر بھی
تنزل پذیر ہوا اب کیا تھا مخالفین اسلام کی بن آئی اسلامی تمدن پر نکتہ چینی شروع ہوئی اور اس کے خصوصیات
مٹا دینے کی جد و جہد کیجانے لگی اور اس کے خوبصورت و خوشنما چہرے کو کریہ اور بدنما شکل میں ظاہر کرنے
میں دشمنان اسلام نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اگر عنایت الٰہی شامل نہ ہوتی اور حسب ارشاد لا یزال طایفۃ

من امتی الحدیث محافظان ملت و خادمان شریعت اصول ملیہ کی حفاظت پر کمربستہ نہ ہوجاتے تو خدا جانے آج احکام شرعیہ و قواعد ملیہ کا کیا حشر ہوتا اگرچہ مخالفین اسلام اپنے خاص ارادوں میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکے اور نہ آیندہ ہوسکتے ہیں کیونکہ وانا لہ لحافظون کی برہنہ شمشیر ہر وقت ان کے سروں پر کھنچی رہتی ہے لیکن وہ حتی الامکان اسلام کے خلاف اپنی ناپاک و متعصبانہ کوششوں سے باز نہیں آتے اور جب کبھی ان کو موقع ملتا ہے عظمت و حرمت اسلام پر حملہ کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتے چنانچہ اب بھی اجنبی قوت اور اجنبی تمدن کے تسلط پا جانے سے اسلامی اصول پر طرح طرح سے وار کیے جاتے ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ غیر تو غیر خود بعض نام نہاد مسلمان بھی بعض مسلمہ اصول اسلام پر حرف گیری کر رہے ہیں اور بہ مقابلہ تمدن اسلامی اجنبی تمدن کو پسند کرتے ہیں پس ایسے زمانہ میں جبکہ اجنبی تمدن اسلامی تمدن پر غلبہ پا چکا ہو اسلامی خصوصیات مٹانے کی سر توڑ کوشش جاری ہو اسلامی خوبیاں چھپائی جاتی اور اس کی کمزوریاں ظاہر کی جاتی ہوں اسلامی تمدن کی خوبیوں سے عام لوگ بے خبر ہو چکے ہوں آزادی کی لہریں چاروں طرف دوڑ رہی ہوں حاکم و محکوم کے مخصوصہ تعلقات و روابط میں تزلزل نمایاں ہو اتحاد باہمی کی بنیاد سست ہو چکی ہو ضرورت اور سخت ضرورت تھی کہ پھر ایک دفعہ دنیا کو خصوصاً ناواقف مسلمانوں اور اجنبی تمدن کے شیدائیوں کو اسلامی معاشرت اور تمدن کے بے لوث و پاکیزہ اصول سے آگاہ کیا جائے اتحاد و معانت باہمی کے فواید بتلائے جائیں سلطان وقت کی عظمت و خلوص محبت کے برکات و ثمرات عام و خاص کے ذہن نشین کرائے جائیں رعایا اور بادشاہ کے مخصوصہ تعلقات و روابط کی زنجیر مضبوط کی جائے۔

رعیت میں تابعداری اور اطاعت گزاری کی استعداد پیدا کی جائے امن سوز و بے تکی آزادی کے سیلاب کو پرزور طریقہ سے روکا جائے سو بحمد اللہ قابل و لایق مصنف نے یہ نادر کتاب تالیف فرما کر اس ضرورت کو پورا کردیا یہ کتاب ایک مقدمہ اور چہار باب پر مشتمل ہے۔

(۱) باب میں سرکار عالی کی صحت جسمانی و قوت روحانی کی بحالی اور ترقی کے ظاہری اور باطنی اسباب نہایت لطیف پیرائے میں تحریر ہوے ہیں۔

(۲) میں قدرتی اور شرعی تصریحات و تفریحات و ما یناسبہا کا مذکور ہے جن سے فہم میں جولانی اور قوائے جسمانی و روحانی میں کما ینبغی ترقی ہوتی ہے۔

(۳) میں وہ تدابیر اور اصول بتلائے گئے ہیں جن سے رعایا اور بادشاہ وقت کے درمیان رابطۂ اتحاد و رشتۂ خلوص محبت مستحکم ہوتا اور رعیت کے دل میں اطاعت گزاری عقیدت مندی کا مادہ پیدا ہوتا ہے

(۴) میں تجربہ بڑھانے اور حالات و کوائف عالم پر مطلع ہونے کے اصول لکھے گئے ہیں پیرانہ

میں فاضل وصاحب ہمت مولف کی یہ عرق ریزی مستوجب صد آفرین ہے۔ میرا خیال ہے کہ آج تک اردو زبان میں اس ڈھنگ کی اور کوئی کتاب تالیف نہیں ہوئی یہ کتاب اپنے مخصوص مضامین اور نوعیت کے لحاظ سے بے نظیر اور خاص توجہ کی مستحق ہے اگر اس کی اشاعت حسب مراد مولف ہو جائے تو لوگوں کو اس سے بہت بڑا فائدہ پہونچے گا میری رائے میں وجوہ ذیل اشاعت کتاب ہذا کے موید و متقاضی ہیں۔

(۱) اس کے اکثر صفحات سلطان وقت کی تعریف اور خیر خواہی سے مملو ہیں۔

(۲) امن و سکون کی ہدایت و حمایت کرتی ہے۔

(۳) اسلامی تمدن کو زندہ کرتی اور اس کے پاکیزہ اصولوں پر حاوی ہے۔

(۴) رعیت اور بادشاہ کے درمیان رابطہ محبت و اتحاد کو مضبوط کرتی ہے۔

(۵) نامی گرامی فضلاء ہند و دکن نے اس کی توثیق و توصیف فرمائی ہے۔

نوٹ۔ مولف علام نے اور بھی حسب ذیل کتب تالیف فرما کر سلسلہ تالیفات آصفیہ میں قابل قدر اضافہ فرمایا ہے۔

فجزاہ اللہ خیر الجزا

تقریظ العالم باللہ و بامر اللہ جامع علوم شریعت و طریقت حاوی فروع و اصول نادرۃ الاقران والاماثل بحر الزاخر سحاب الماطر مولانا الحاج الحافظ القاری الواعظ عالیجناب مولوی محمد عبدالہادی صاحب

ادام اللہ فیوضہم و برکاتہم ما تعاقب الایام واللیالی

بر تصنیفات عالم وحید و فاضل یگانہ یادگار سلف بقیہ خلف حضرت مولانا حبیب احمد برزنجی دام اللہ افاداتہم التفسیرہ وافاضاتہم العلمیہ فی کل بکرۃ و عشیۃ

الحمد للہ الہادی من شاء الی صراط المستقیم والموفق من اراد للتمسک بدینہ القویم والصلوۃ والسلام الاتمان الادومان علی من اوتی جوامع الکلم فافحم کل فصیح و فہیم صلی اللہ تعالی وسلم علیہ ما دام لہذا الدین القویم ناصرا و ناہجا علی الطریق المستقیم و مصداقا لقول سید المرسلین (ولا یزال طائفۃ من امتی قائمین بامر اللہ لا یضرہم من خذلہم الی یوم الدین) وعلی الہ واصحابہ و اولیاء امتہ اجمعین القامعین بواضح ادلتہم لرقاب

محی اسنۃ المبتدعین والمشرکین اما بعد عارف اوحد عالم فقیہ حامی شرع وسنت ماحی شرک وبدعت حضرت السید السند مولانا ومخدومنا حبیب احمد برزنجی لازال دیارہم متقید قاطعا اعناق الشبہ العقلیہ وسنان عرفانہ فی کبد المخالفات الفکریہ کی نتیجی تالیفات لطیف وتصنیفات شریفہ جو دیکھنے میں آئیں وہ سب اس امر کی شہادت دے رہی ہیں کہ جناب والا اس زمانہ پرفتن میں حکیم امت وغمخوار دین وملت ہیں آپ نے اپنی تحریرات منیفہ میں اظہار حق صریح وبیان راجح من الرجیح میں کوئی کسر باقی نہ رکھی اور مخالفین اسلام کو صلاح بصاح اوذراع کے مقابلہ میں باع دینے میں کوتاہی نہ کی جو آپ کے تبحر علمی پہ دلیل ہیں اور ملکہ خداداد کی برہان روشن ہے پس اقوال مخالفین مصداق او ھن البیوت مثل تار عنکبوت ھباءً منثورا ہو گئے اللہ پاک نے آپ کو نصرت دین متین اور اصلاح مسلمین کے لیے مخصوص فرمایا ہے اور احقاق حق وابطال باطل میں مصداق لایخافون لومۃ لائم بنایا ہے اہل اسلام ایسے علامہ زمانہ وفرد یگانہ کے وجود پر جس قدر شکر وفخر کریں زیبا اور انکی تالیفات مفیدہ کی جو کچھ قدر کریں سزا ہے حق تعالیٰ شانہ آپ کو منجانب شرع مبین وعامہ مسلمین جزائے خیر عطا فرمائے اور مخالفین دین پر علی الدوام منصور رکھ کر آپ کے فیوض وبرکات کو اقطار عالم میں پھیلائے والمبادی ھب

امین ثم امین ۱۲ ربیع المتوسط ۱۳۲۶ھ

العبد الذلیل لرب الجلیل غبار تراب اقدام انصار العالمین خادم الاسلام والمسلمین ابوسعید محمد عبد الہادی کان اللہ لہ فی العو

تقریظ جناب محمد عبد الباقر خان صاحب مرحوم وکیل درجہ اول

عہد مبارک عثمانی کی منفرد حکومت ورعیت عمدہ ونادر تالیفات جو کہ مقتضاء اس سے وابستگی عالم کی آئی فطرت ہونے کی نسبت بالکل نئے مذاق پر آغاز دولت آصفیہ سے اب تک اس طرح کی کتاب تالیف نہیں ہوئی انواع مخلوقات میں سے ہر نوع کی خلقت کا ایک جداگانہ خاص مقصد ہوتا ہے جو اس خلقت کی کمال ہیئت نوعیہ سے حاصل ہوتا ہے۔ یہی کمال نوعی افراد نوعیہ کو محبوب ومرغوب بنا دیتا ہے۔ اس لئے نوع انسانی کی (جو تمام انواع مخلوقات میں افضل واکمل ہے) خلقت کا ایک خاص مقصد ہے جو اس کی ہیئت نوعیہ کی کمال سے حاصل ہوتا ہے جب اس نوع کی کسی فرد میں یہ کمال پیدا ہوگا تو وہ فرد مقاصد انسانیہ کی محل ہوگی لہذا اس کا محبوب خلائق ہونا لازمی ہوگا چنانچہ منجملہ ان افراد کے جناب مولانا حبیب احمد صاحب برزنجی ایک مخصوص وممتاز فرد ہیں جن کے کمال وتقدس کا علم مجھے ذاتی طور پر ہونے کے علاوہ خارجی ذریعہ سے بھی ذریعہ نہایت قابل وثوق سے حاصل ہوا ہے حتی کہ اس کا سلسلہ ممالک محروسہ سرکار عالی سے

فہرست مضامین اعظم الاخلاق حصہ دوم

صفحہ	مضمون
۱۸۹	باب (۶۲)
"	دشمنوں کی مدافعت کا ایک بڑا اصول
"	دشمنوں کی مدافعت کا دوسرا اصول
۱۸۰	دشمنوں کی مدافعت کا ایک بہت بڑا افلاطونی حکیمانہ اصول جو فی الحقیقت ایمانی اور قرآنی اصول ہی ہے
"	دشمن کو گالی دینے سے احتراز
۱۸۱	دشمنوں کی مدافعت کے تین ترتیبی اور تدریجی طریقے
	باب (۶۳)
"	عنوان سابع کا تیسرا مضمون ان لوگوں کی معاشرت پر جو نہ دوست ہوں اور نہ دشمن
"	ناصحوں کے ساتھ معاشرت کا طریقہ
۱۸۲	صلحا کے ساتھ معاشرت کا طریقہ
"	سفہا کے ساتھ معاشرت کا طریقہ
"	تکبر والوں کے ساتھ متکبرانہ معاشرت ضروری ہے
"	فضلا کے ساتھ معاشرت کا طریقہ
"	پڑوسیوں اور قرابت داروں کی بد اخلاقی پر صبر
"	عنوان سابع کا چوتھا مضمون اپنے سے کم درجہ والے کی معاشرت میں۔
"	طالب علم کے ساتھ کیا برتاؤ رکھے۔
"	سائل کے ساتھ معاملہ کی کیفیت۔ ناتوانوں کی دستگیری مظلوموں کی اعانت۔

صفحہ	مضمون
	باب (۶۴)
۱۸۳	خیر رسانی میں حضرت حق تعالیٰ و تقدس کی پیروی
"	اولیائے رحمانی اور علمائے ربانی اور حکمائے یزدانی کے آثار خیر۔
"	لوگوں کے اخلاق اور تدبیر منزل۔ اور تمدن انہیں آثار خیر کے نتائج ہیں۔
"	ان آثار خیر کی ایک چھوٹی سی مثال
۱۸۴	نبوی تعلیمات کی جامعیت اور عالمگیری
	باب (۶۵)
"	سلطنت اور تمدن کے لئے ارسطو کے قوانین مرتب کرنے کا باعث۔
"	سلطنت اور تمدن کے بارہ میں ارسطو کا مجموعہ قوانین
۱۸۶	**پہلا قانون**
"	**دوسرا قانون** (جس میں بادشاہوں کے اقسام لکھے ہیں۔
"	ان اقسام میں سے بادشاہان دولت آصفیہ علی الخصوص
"	حضرت اقدس و اعلیٰ کا انتخاب
"	حضرت اعلیٰ کے دست کرم کی دائمی عطا سخاوت کی حد بندی۔
۱۸۷	**تیسرا قانون**
۱۸۸	**چوتھا قانون**

۱۸۸ باب (۶۶)
" پانچواں قانون۔
" بادشاہ کے لئے اتباع شریعت کی ضرورت
" فلسفہ نے اتباع شریعت کی تعلیم دی ہے۔
۱۸۹ فلسفہ متغیرہ
" اسلام متغیر
۱۸۹ چھٹا قانون
" ساتواں قانون
۱۹۰ آٹھواں قانون
" افراط شہوت کے نقصانات
" نواں قانون مسکینوں کی خبرگیری میں
" دسواں قانون بلحاظ قحط آئندہ غلوں اور
کرانے کے ذخیرے جمع رکھنے میں۔
" گیارہواں قانون
" باب (۶۷)
" بارہواں قانون۔ خونریزی کی احتیاط میں
۱۹۱ فلسفہ کی اصلیت و غیر اصلیت کا معیار
" تیرہواں قانون
" چودہواں قانون ملکیوں کی تعلیم کے بارے میں
یونان میں لڑکیوں کی مذہبی تعلیم
۱۹۳ پندرہواں قانون ذات سلطانی کی حفاظت کا
باب (۶۸)
۱۹۴ سولہواں قانون
" سترہواں قانون عدل کی انتہائی خوبی میں
" ملک اور عدل کے باہمی ارتباط میں یعنے قدیم قبول

" کی تحریر اور اس تحریر کے نیچے ایک دائرہ میں نظام
" عالم کے اسباب کا باہمی ربط دکھایا گیا ہے۔
" اس دائرہ کی مدح میں ارسطو کا قول۔
" باب (۶۹)
۱۹۶ مذکورہ قوانین کے نہایت ہی پرمغز اور پر معنی
اور بہت ہی جامع و بلیغ ہونے کا مدلل بیان
باب (۷۰)
۱۹۷ حکیم فلاطون کی اشراقی قوت
۱۹۸ نئے فلسفہ کی حمایت کا مقابلہ
" ایجاد فلسفہ کے اصلی آلات کا مختصر بیان
" اشراق کے معنی اور اشراق سے انسان کا
" اشراق کب حاصل ہوتا ہے۔
" فلسفہ کی تحصیل و تکمیل کا اصلی آلہ اشراق ہے
۱۹۹ دوسرے طرز سے تحصیل فلسفہ کے لیے اشراق کے
" آلہ اصلیہ ہونے کا بیان۔
" اشراقی فلاسفہ کا گروہ اور انکی اعلیٰ قابلیت
باب (۷۱)
۲۰۰ مشائی فلسفیوں کا گروہ اور انکی حقیقت کا
دلچسپ بیان ہے۔
" فلسفہ کا پہلا آلہ اشراق اور دوسرا آلہ الصادق
اشراق یعنے مشائیت ہے۔
" انہیں دو گروہ یعنے اشراقیوں اور مشائیوں)
" پر فلسفہ کے دار و مدار اور انہیں پر اس کے ختم
" ہونے اور ان کے بعد کسی کو ایجاد فلسفہ کی قدرت
نہ ہونے کا بیان۔

۲۰۰ اشراقی اور مشائی فلسفہ کے بعد اسلام کا تنقیحی دور
// فلسفہ جدیدہ کو اسلام نے قابل التفات نہ جانا
// فلسفہ قدیمہ پر اسلام کی اصلاحی نظر کا بیان۔
// اسلامی اصول سے فلسفہ قدیمہ کی اصلیت کا ثبوت
۲۰۱ باب (۴۲)
افلاطونی نصائح
// پہلی نصیحت خداشناسی اور اس کے حقوق ادا کرنے میں۔
// دوسری نصیحت علم کی دائمی طلب میں۔
۲۰۲ تیسری نصیحت کثرت علم سے علما کی
// خوبی نہ ہونے بلکہ عمل سے انکی خوبی ہونے کے
بیان میں موجودہ زمانہ کی نئی روشنی کا علم ہی
// بے قاعدہ ہے۔
۲۰۳ چوتھی نصیحت
۲۰۴ پانچویں نصیحت
// چھٹی نصیحت (جس میں حکمرانوں کے لیے بہت بڑی ہدایت ہے)
// ساتویں نصیحت زندگی میں شایستہ موت کے لئے اہتمام کرنے پر
۲۰۴ آٹھویں نصیحت
۲۰۵ نویں نصیحت سونے سے پہلے نفس کے محاسبہ میں سچے فلسفہ کی رہبری
// باب (۴۳)
// دسویں عبرت انگیز نصیحت
// گیارہویں نصیحت
// بارہویں نصیحت
۲۰۵ تیرہویں نصیحت
۲۰۶ چودہویں نصیحت (جو اس وقت کے نئے فلسفیوں کے غیر اصلی ہونے کی معیار ہے۔
// پندرہویں نصیحت موت کو یاد کرتے رہنے اور مردوں سے عبرت پکڑنے میں۔
// سولہویں نصیحت
// سترہویں نصیحت
// اٹھارویں نصیحت
// انیسویں نصیحت
// بیسویں نصیحت
// اکیسویں نصیحت
۲۰۷ بائیسویں نصیحت (جس میں اس زمانہ کے نئے فلسفے کے لئے بہت بڑی ہدایت ہے
// تیئسویں نصیحت (جس میں نیکی کی تکلیف گوارا کرنے اور بدی کی لذت کا اعتبار نہ کرنے کو نہایت عمدگی سے سمجھایا ہے)
// چوبیسویں نصیحت (جس میں ہمارے نئے بھائیوں کے لیے بصیرت افزا اور عبرت انگیز مذاق ہے
// باب (۴۴)
// پچیسویں نصیحت (جس سے سچے اور جھوٹے فلسفی میں تفرقہ ہوتا ہے)
// چھبیسویں نصیحت
// ستائیسویں نصیحت
// اٹھائیسویں نصیحت

۲۰۸ انتیسویں نصیحت (جو نہایت جامع ہے)

۲۰۹ تیسویں نصیحت آدمی کو عالی ظرف اور اولوالعزم بنانے والی

رر اکتیسویں نصیحت (جو نہایت مفید معاشرت اور مفید تمدن ہے)

رر بتیسویں نصیحت

رر تنتیسویں نصیحت (جو رہبر اخلاق ہے)

رر چونتیسویں نصیحت

رر پینتیسویں نصیحت

رر چھتیسویں نصیحت

رر سینتیسویں نصیحت

رر اڑتیسویں نصیحت

رر انتالیسویں نصیحت

۲۱۰ چالیسویں نصیحت

باب (۷۵)

۲۱۱ نصائح افلاطونیہ کے آغاز [illegible]

۲۱۲ باب (۷۶)

۲۱۳ اعلیحضرت کے لیے دعا اور بارگاہ اعلیٰ سے اپنی قلبی وابستگی کا اظہار

۲۱۴ باب (۷۷)

رر عقیدہ [illegible]

۲۱۵ نعمت ایمان کی قدر اور اسکی پرورش

۲۱۶ باب (۷۸)

رر درخت ایمان کی جڑوں اور ڈالیوں کی تعداد اور ہر ایک کی تفصیل کا آغاز۔

درخت ایمان کی شاہی پرورش کا خاص طریقہ

۲۱۸ باب ۷۹

رر اعتقاد کے دس اصول جو درخت ایمان کی جڑ ہیں

۲۱۹ درخت ایمان کی دس شاخ جو اصول اعتقادیہ کے فروع ہیں۔

باب (۸۰)

۲۲۰ / ۲۲۱ عدل کے دس اصول

۲۲۲ باب (۸۱)

رر ان دو چشموں کا بیان جن سے درخت ایمان کی آب رسانی ہوتی ہے۔

پہلا چشمہ

دوسرا چشمہ

۲۲۴ باب (۸۲)

رر بادشاہوں کے عدل وسیرت کا بیان

۲۲۵ باب (۸۳)

۲۲۶ دنیا کی آبادی اور اسی طرح ویرانی بادشاہ سے ہے

۲۲۷ باب (۸۴)

مخلوق کے اپنے اپنے بادشاہوں کے ہمرنگ ہونے کے واقعات ونظائر۔

۲۲۸ باب (۸۵)

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور ان کے خزانہ دار سرکاری کی حیرت انگیز پابندی اور احتیاط

۲۲۹ باب (۸۶)

رعایا کی جانب امیر خراسان کی کامل اور ذاتی توجہ

۲۳۲ بے حساب کتابوں کا چند الفاظ میں عجیب وغریب خلاصہ

باب (٦٢)

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جب دشمن کے عیوب ظاہر اور مشہور کیے جائیں تو بجائے اس کے کہ ان عیوب سے دشمن متاثر اور محجوب ہو خود اس کا نفس ان عیوب کا عادی ہو جائے گا تیسرا فائدہ یہ ہی کہ دشمن کے عیوب کی تلاش تو اس وجہ سے کرنی پڑتی ہی کہ اسکے ذریعہ سے دشمن کی مدافعت اور اپنی محافظت کی جاوے پھر جب ان عیوب کا افشا کیا جائے تو ممکن ہے کہ دشمن خود ان عیوب کے ضرر سے اپنی حفاظت کی تدبیر کر لے اور اسکی مدافعت اور اپنی حفاظت فوت ہو جائے جو تھا یہ کہ جب ان عیوب کو پوشیدہ رکھے گا تو وہ موقع پر بہت بکار آمد ہونگے یعنی دشمن کی غفلت اور بے خبری میں اچانک ان (عیوب) کے بُرے نتائج اس پر وارد ہو جائینگے اور اُنکے تدارک کی اس کو مہلت نہ ہوگی البتہ اس صورت میں کہ خود دشمن کے روبرو اُن عیوب کے اظہار سے یہ امید ہو کہ دشمن اپنے عیوب پر مطلع ہو کر خستہ اور شکستہ ہو جائے گا تو ایسے خاص موقع پر اُن کا اظہار برا نہیں مگر ایسی صورت کی دریافت میں بڑی فراست اور تجربہ کاری کی ضرورت ہے اور یہ بمقابل دشمن بہتان سے اپنے کو بچائے رکھیں کیونکہ بہتان بغیر جھوٹ کے نہیں ہوتا اور جھوٹ سے آدمی کی قدر زائل ہو جاتی ہے لہذا وہ دشمن کی قوت کا اور اس کے غالب ہو جانے کا سبب ہوتا ہے مگر حکام کو اور بڑے بڑے لوگوں کو بلا کم و کاست اپنے دشمنوں کی شکایت سنا دے تا وہ اسکی دشمنی سے آگاہ رہیں اور جب دشمن ان حکام کے پاس اس شخص کی نسبت بدگوئی کرے تو وہ حکام دشمنوں کی ایسی بدگوئی کے وقت بے خبر نہ رہیں بلکہ پہلے سے ان کو اس دشمنی کی خبر ہے اور بدیں وجہ انکی بدگوئی حکام کے پاس مقبول نہ ہو اور دشمنوں کے دفع کرنے کا ایک بڑا اصول یہ بھی ہے کہ ہر قوم کی عادات و خصائل سے واقف ہو تا کہ اُن عادات و خصایل کو انکے مقابلہ عادات

[illegible]

[illegible]

وخصائل سے دفع کرے اور دوسرا اصول یہ ہے کہ ہر قوم میں اضطراب پیدا کرنے کے جو اسباب ہیں اون سے بھی باخبر ہوتا بر موقع ان کا استعمال کرے افلاطون نے دشمنوں کے دفع کرنے کا ایک بہت بڑا حکیمانہ اصول قائم کیا ہے وہ یہ ہی کہ دشمنوں میں جو فضائل (یعنی اعمال واخلاق فاضلہ ہیں) اُن فضائل کی تکمیل اپنی ذات میں اس طرح کرے کہ جس سے خاص اون فضائل میں اپنے دشمنوں پر فائق ہو جائے اس صورت میں دشمن اُس کے مقابل پست ہو جائیں گے اس لیئے کہ تمام امور کا دار ومدار تخیل نفس پر ہے جب نفس یہ دیکھتا ہے کہ فلاں شخص فلاں اور فلاں فضائل میں مجھ سے بڑھا ہوا ہے تو اوس کا خیال اوس کو آگے نہیں بڑھنا بلکہ روک دیتا ہے اور اس شخص افضل کو آگے بڑھا دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ دشمن اس کے روبرو حقیر وخوار ہوتے ہیں اور فی الحقیقت یہ قرآنی اصول ہی چنانچہ مسلمانوں کو مخالفوں کی عداوت کے دفع کرنے کی تدبیر خدا تعالیٰ نے یوں بتائی ہے وان تتقوا وتصبروا لا یضرکم کیدھم شیئا اور صرف یہی ایک اصل نہیں بلکہ اس طرح کے بے شمار اصول قران مجید میں موجود ہیں جہاں افلاطون وارسطو کے عقول کو گزارہ بھی نہیں ہے۔ دشمن کے مقابل میں گالی دینی یا اس پر نفرین ولعنت کرنی یا اوس کی غیبت کرنی خاص عورتوں کی خصلت ہے جس کو مرد کبھی پسند نہیں کرتے اور اس کے علاوہ بجائے اسکے کہ دشمن کو گالی یا نفرین ولعنت سے کچھ ضرر پہونچے خود الٹے اس کا وبال اپنی جان پر اور عزت ووقار پر عائد ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ دشمنوں کے ضرر دفع

ترجمہ۔ اور اگر برائیوں سے بچوگے اور (بھلائیوں پر) استقلال کے ساتھ قائم رہوگے تو ان (مخالفوں) کے مکر تمہارے حق میں کچھ بھی مضر نہونگے

کرنے کے تین طریقے ہیں پہلا طریقہ یہ کہ اون سے ایسا سلوک کیا جائے کہ جس سے اون کی اصلاح اور اون کی عداوت زائل ہو جائے اور اگر اس طرح سے دشمنوں کی ذاتی اصلاح نہ ہوسکے تو شخص ثالث کے ذریعہ دشمنوں کی باہمی اصلاح کی جائے **دوسرا طریقہ** یہ کہ اگر دونوں مذکورہ طریقوں سے دشمن کی اصلاح نہ ہو تو دشمن کے مقام سے دور ہو جائے خواہ سفر کے ذریعہ سے خواہ اپنی سکونت کو وہاں سے منتقل کرنے سے **تیسرا طریقہ** دشمنوں کے استیصال کا ہے۔ اور یہ طریقہ ان دونوں (مذکورۂ بالا) طریقوں کے بعد ہے اور یہ طریقہ اس حالت مجبوری میں اختیار کیا جائے کہ جب دشمن بالذات شریر ہو اور اس کے شر سے کسی طور پر بچنا ممکن نہ ہو کیونکہ بصورت مجبوری دشمن کے استیصال میں خواہ مخواہ کوشش کرنی پڑتی ہے مگر اس مجبوری کی صورت میں بھی فریب اور بددیانتی سے اجتناب کریں۔

باب ۶۳

اون لوگوں کی معاشرت میں کہ جو لوگ نہ دوست ہوں نہ دشمن

تیسرا مضمون یہ ہے کہ جو لوگ نہ دشمن ہوں اور نہ دوست تو اون کی معاشرت کے طریقے اون کے مراتب کے اعتبار سے حسب تفصیل ذیل مختلف ہوں گے گر ناصحوں (یعنی بے غرضانہ نصیحت کرنے والوں کا) زمرہ سے تو کشادہ پیشانی اور اخلاق کے ساتھ اون سے میل جول رکھیں مگر بلا تحقیق و تنقیح ہر شخص ناصح کے قول قبول نہ کرلیں بلکہ شخصی تنقیح اور اشخاص کے مقاصد و اغراض کی تحقیق کے

بعد اون کے اقوال کی تحقیق کرنی چاہئے اور صلحا (یعنے باہمی اصلاح کرنے والوں) کی تعظیم و تکریم کرنی چاہئے اور اون کو مصلح قوم جانکر اون کی اعانت کرنی چاہئے اور حمقا کے ساتھ حکیمانہ معاشرت کرنی چاہئے اور اون کے احمقانہ برتاؤ کا یا اون کی گالیوں کا اعتبار کر کے اون کی مکافات (یعنے بدلہ لینے) کے درپے نہ ہونا چاہئے مگر تکبر والوں کے ساتھ متکبرانہ معاشرت ضروری ہے تاکہ اون کے تکبر کا توڑ ہو اور وہ اپنے تکبر سے باز آئیں کیونکہ جب متکبروں کے ساتھ تواضع اور انکساری کیا جاتا ہے تو اون کا تکبر اور بڑھتا ہے اور فضلا کے طبقہ کی بزرگی اور اس کا ادب لازم ہے اور اس (طبقہ) سے استفادہ ضروری ہے اور پڑوسیوں اور قرابت داروں کی بداخلاقی پر صبر کرنا چاہئے چوتھا مضمون یہ ہے کہ جو لوگ اپنے سے کم درجہ ہوں وہ اگر متعلم (یعنی طالب علم) ہیں تو اونکو اپنے فرزندوں کے برابر عزیز رکھنا چاہئے اور اون کی عادت و طبیعت کے موافق اون کی تعلیم کرنی چاہئے اور اگر سائل ہیں اور بے ضرورت نہایت الحاح کے ساتھ مانگتے ہیں تو اون کے الحاح پر اون کو زجر کرنا چاہئے اور بمصلحت تادیب اونکے سوال کے پورا کرنے میں توقف کرنا چاہئے۔ مگر اس صورت میں جب اون کا الحاح (یعنی گڑگڑانا) اضطرار کی وجہ سے ہو تو اوس وقت اون پر رحم کرنا چاہئے اور سوال کے بارے میں اصول یہ ہے کہ محتاج اور طامع میں تمیز کرنی چاہئے جو سائل فی الحقیقت محتاج ہو سوال پر اس کو نہ جھڑکنا چاہئے اور اوس کے سوال کو حتی الامکان پورا کرنا چاہئے اور اگر محتاج نہیں صرف طمع سے سوال کرتا ہے تو ایسی طمع سے اوس کے باز رکھنے کی تدبیر کرنی چاہئے اور جہاں

طامع و محتاج میں تمیز نہ ہو سکے۔ وہاں اصل سوال کے احکام عائد ہوں گے (یعنی سائل کو نہ جھڑکنا اور اس کا سوال پورا کرنا اور جو لوگ ضعیف و ناتوان ہوں اون کی دستگیری اور جو مظلوم ہوں اون کی اعانت کرنی چاہئے۔

باب (۶۴)

خیر رسانی میں بیغرضی ہونے اور ارسطاطالیسی قوانین کی تائید میں

اور جہاں تک ہو سکے خیر رسانی میں خیر مطلق تعالیٰ و تقدس کی پیروی کرنی اور اسی کے طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے یعنے جیسے خدائے تعالیٰ کی خیر رسانی بالکل بے غرض ہے اسی طرح طالب کمال کی خیر رسانی بھی کسی غرض نفسانی پر موقوف نہ ہونی چاہئے بلکہ اوس کی خیر رسانی کا سبب محض حب خیر ہونا چاہئے اولیاء رحمانی اور علمائے ربانی اور حکمائے یزدانی کی خیر رسانی محض حب خیر کی وجہ سے تھی اور اون کے سوا دنیا داروں کی خیر رسانی میں کچھ نہ کچھ غرض نفسانی کی آمیزش تھی لہذا اون کے آثار خیر فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَاءً (ترجمہ لیکن میل (جو یعنی چیز غیر قابل انتفاع ہے) پس وہ (یوں ہی) بیکار چلی جاتی ہے اور لیکن جو چیز لوگوں کے لئے نفع رساں ہی وہ زمین میں قائم ہو جاتی ہے) کے قرآنی اصول پر قابل ثبات نہ تھے اور اون کے آثار خیر وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ کے قرآنی اصول پر لائق استقرار تھے لہذا اب تک تازہ اور انشاء اللہ تعالیٰ ختم دنیا تک بھی وہ بالکل تازہ رہیں گے لوگوں کو اخلاق

اور تدبیر منزل اور تمدن انفس آثار خیر کے نتائج ہیں جس کی ایک چھوٹی سی مثال
ہمارے پاس یہ ہے کہ **افلاطون** و**ارسطو** کے زمانہ کو ہزارہا سال گزر چکے اور
صرف حکیمانہ حیثیت سے دنیا میں اون کا امتیاز مانا گیا ہے مگر محض اسی حیثیت کی
وجہ سے اون کے آثار خیر نے بھی دنیا کو بہت فائدہ پہنچایا ہے اور سلطنتوں
نے اوس سے بہت مدد لی ہے چنانچہ منجملہ اون کے **ارسطاطالیس** کی
وصایا ہیں جن کو انھوں نے سلطنت اسکندری کے لئے دستور العمل کے طور پر
لکھا ہے اور وہ یونانی زبان میں تھے مگر دنیا نے اون کو نہایت احتیاط کے
ساتھ دست بدست خلیفہ مامون کے دورہ عربیہ تک پہنچایا اور چونکہ دورہ
عربیہ کی نبوی تعلیمات میں یہ تعلیم بھی تھی کہ الحکمۃ ضالۃ المؤمن حکمت
خاص مسلمانوں کی اسلامی چیز ہے جس کی تلاش مسلمانوں کو اوسی طرح ہوتی ہے
جس طرح کسی کو اپنی گم شدہ چیز کی ہوتی ہے بلا خصوصیت مقام جہاں
وہ گم شدہ چیز مل جاتی ہے وہاں سے لے لی جاتی ہے اسی طرح جہاں مسلمانوں
کو حکمت مل جاتی ہے وہ اوس (حکمت) کو بالکل اپنی چیز جان کر لے لیتے ہیں
لہذا خلیفہ مامون نے اس کی قدر کی اور ان ارسطاطالیسی وصایا کا ترجمہ
یونانی سے عربی میں کرایا اور اس کا نام سرالاسرار رکھا ارسطو کی ان
وصایا کا باعث یہ تھا کہ سکندر نے جب عجم کو فتح کیا تو دیکھا کہ اہل عجم میں
عاقل و شجیع لوگ کثرت سے ہیں بناءً علیہ اب اون کو اس امر میں تردد
ہوا کہ اگر عجم کے ایسے عاقل و شجیع لوگ بحال خود چھوڑ دئے جائیں تو مفتوحہ
اقلیم کے پھر قبضہ سے نکل جانے کا اندیشہ ہے اور اگر اس (قبضہ سے نکل جانے

نبوی تعلیمات کی جامعیت اور عالمگیری

ارسطو کی وصایا کا باعث

کے اندیشہ پر اون کو قتل کروائے جائیں تو عدل و انصاف سے دور ہے لہذا اسکندر نے ارسطو کو (جس نے بڑھاپے کی وجہ سے دربار سکندری کی حاضری سے معافی لے لی تھی) اس امر کی دریافت اور مشورہ میں ایک عنایت نامہ لکھا جس میں حکیم کی بہت خاطرداری تھی اور یہ بھی تھا کہ آپ کی گفتگو کا شرف نصیب نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے امور میں حیرانی ہوتی ہے منجملہ اون کے یہ جدید واقعہ ہے **بنائً علیہ** جس طرح ہو سکے اسباب ملاقات کے انتظام میں کوشش فرمائی جائے تا یہ تازہ تردد اور مثل اس (تازہ تردد) کے اور آئندہ ترددات رفع ہوتے رہیں ارسطو نے اس عنایت نامہ سلطانی کے جواب میں یہ لکھا کہ میں نے خدمت سلطانی کی ملازمت سے جو معافی لے لی ہے اوسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ صحبت گرامی کی مجھے رغبت نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ بڑھاپا اور ضعف جسمانی لاحق اور قویٰ میں فتور واقع ہے اس بنا پر جب مجھ میں مصاحبت کی طاقت و قابلیت نہیں تو اس رسالہ میں ایسے قوانین بیان کرتا ہوں کہ جو تمام جزئیات کے اصول ہوں لہذا تمام جزئیات میں ان قوانین کی طرف رجوع فرمانا آپ کے لئے کافی ہوگا اور میری مصاحبت کی ضرورت نہ ہوگی۔

باب (۶۵)

ارسطو کے قوانین میں

اب یہاں سے ارسطو نے قوانین لکھنے شروع کئے۔

پہلا قانون (جس کو سکندر نے خاص طور پر پوچھا تھا اور اسی ضرورت کے باعث ارسطو سے ملاقات کرنے چاہی تھی) یہ ہے کہ عجم کے امرا اور فضلا کے قتل کرا دینے یا چھوڑ دینے کی نسبت آپ نے جو پوچھا اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ اون کو ہلاک کر سکتے ہیں تو کیا اون کو (جو خدائے تعالی کے قبضہ میں ہے) بدل سکتے ہیں اور جب قطعاً اون کی آب و ہوا پر آپ کو قدرت نہیں ہے اگر اون کو قتل کردیں گے تو دوبارہ اس آب و ہوا سے بالکل ویسے ہی لوگ پیدا ہوں گے اور پھر وہی سابقہ اندیشہ قائم ہوگا۔ لہذا قتل سے اس اندیشہ کے سلسلہ کا انقطاع نہیں ہوسکتا بلکہ اس اندیشہ سے مطمئن ہونے کی صورت یہ ہے کہ اون کو بندۂ احسان بنانے کی کوشش کیجیے تا وہ آپ کے تمام اطاعت گزاروں سے زیادہ مطیع بن جائیں۔

دوسرا قانون یہ ہے کہ بادشاہوں کی چار قسمیں ہیں **ایک** تو وہ جو اپنی نفس اور اپنی رعیت دونوں کے حق میں سخی ہیں **دوسرے** وہ جو اپنے حق میں تو سخی ہیں مگر رعیت کے حق میں بخیل ہیں۔ **تیسرے** وہ جو اپنی رعیت کے حق میں سخی ہیں مگر اپنے نفس کے حق مین بخیل ہیں **چوتھے** وہ جو اپنے اور رعیت دونوں کے حق مین بخیل ہیں۔ ان چار قسم کے بادشاہوں میں سے پہلی قسم کے بادشاہ بالاتفاق محمود و سعید ہیں۔

دولت آصفیہ خلدہا اللہ الی یوم القیامہ کے تمام بادشاہ عالی جاہ اسی (پہلی) قسم کے بادشاہ ہوے ہیں اور ان سب بادشاہان عالی شان کے یادگار یعنی اعلیحضرت آصف جاہ سابع بادشاہ دوراں **نواب**

میر عثمان علی خاں بہادر ادام اللہ دولتہ ناگر برا الجبید ان نے رعایا کی پرورش اور اون کے ساتھ سخاوت کرنے کی وہ نوبت پہنچائی ہے کہ اگر اون کے دست کرم کو سحاب مدار (خوب پانی برسانے والے ابر) سے تشبیہ دیجئے تو بھی اون کے بیان کرم کا حق ادا نہیں ہوتا اس لئے کہ ابر کی عطا موسمی ہے اور اونکی عطا دائمی اور دوسری اور چوتھی قسم کے بادشاہ بالاتفاق قابل مذمت ہیں اور تیسری قسم کے بادشاہوں کی نسبت اختلاف ہوا ہے حکمائے ہند کی رائے یہ ہے کہ بادشاہوں کی یہ تیسری قسم بھی محمود ہے اس لئے کہ اسمیں رعیت کی نسبت بجز خیر کے کسی قسم کی برائی نہیں ہے مگر حکمائے فارس کی رائے اس کے خلاف ہے اس لئے کہ بخل خود ایک بری خصلت ہے جس سے نفس کا تزکیہ لازم ہے اور جب اس بری خصلت سے نفس کا تزکیہ نہ ہوگا تو اندیشہ ہے کہ شاید بادشاہ کی یہ بری خصلت (یعنی بخل) رفتہ رفتہ رعایا میں بھی سرایت کر جائے اور جب پہلی قسم قابل تعریف ٹھہری تو اوس کے لئے سخاوت و عطا کی حد بندی کرنی ضرور ہے بناءً علیہ حکیم (یعنے ارسطو) نے اسکی حد بندی اس طرح کی ہے کہ سخاوت اوسی کا نام ہے کہ اہل استحقاق کو اون کی ضرورت کے موافق دیا جائے اور جب اوس (ضرورت) سے بڑھا دیا جائے تو وہ سخا نہ ہوگی بلکہ اسراف ہوگا۔ اور عطیات کی دوسری حد بندی یہ ہے کہ اگر بادشاہ نے مداخل و مخارج کے تحمل و اکتفا سے زیادہ سخاوت کی تو اوس سے ضرور ملکی انتظام میں خلل واقع ہوگا۔

تیسرا قانون یہ ہے کہ لوگوں کے ملک و املاک اور اون کے اموال میں

بیجا مداخلت اور تصرف نہ کیا جائے ۔ یہ (تیسرا) قانون بقائے ملک کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور سخاوت و کرم کی روح اور اس کا اصل اصول ہے ۔

چوتھا قانون سخاوت و کرم کی تکمیل سے متعلق ہے وہ یہ کہ نیک لوگوں کی قدر و منزلت کی جائے اور عام لوگوں کے ساتھ خلق اور کشادہ پیشانی سے معاملہ کیا جائے اور ہر ایک کا جواب اوس کی حیثیت کے موافق دیا جائے اور جاہلوں کی عام اور معمولی خطاؤں سے درگزر کیجائے ۔

باب (۶۶)

پانچواں قانون یہ ہے کہ عقل ایک آئینہ ہے جس میں کمالات اور عیوب دونوں کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اوسی (عقل) پر انتظام و تدبیر کا دار و مدار ہے لہذا آئینہ عقل میں اس امر کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ عقل کا پہلا آلہ اور نیز تمام فضیلتوں کی جڑ نیکنامی کی خواہش ہے اس لئے کہ سلطنت و ریاست سے یہ مقصود نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ خاطر خواہ لذتوں سے محظوظ ہوں بلکہ یہ مقصود ہے کہ دنیا میں بادشاہ کی نیک نامی کا شہرہ ہو اور لذتوں سے کنارہ کرنے اور نیک نامی حاصل کرنے کا اصلی ذریعہ یہی ہے کہ بادشاہ دین کا تابع ہو نہ یہ کہ دین کو اپنا تابع کرے اگر دین کو اپنا تابع کرے گا تو اوس سے شریعت الٰہی کی اہانت ہوگی نعوذ باللہ منہا شریعت الٰہی کی اہانت کا انجام یہی ہے کہ اس سے دولت و حکومت کو زوال آجاتا ہے ارسطو کے اس قانون سے ثابت ہوتا ہے کہ فلسفی تعلیم کی بہت بڑی تعلیم یہ ہے کہ شریعت کا اتباع کیا جائے ۔

بادشاہ کے لئے اتباع شریعت کی ضرورت

اور دین کو مقدم رکھا جاے اس روش سے فلسفہ اسلام کے ساتھ مربوط ہو جاتا ہے مگر وہ سچا فلسفہ اس قدر بگاڑ دیا گیا کہ اوس کی اصلیت چھپ گئی اور یہی فلسفہ مغیرہ جس تاریکی میں گیا اُس سے تغیر در تغیر کے بعد ایک نیا رنگ لے کر دنیا میں ظاہر ہوا اور اسی فلسفہ کے بہت سے عاشق پیدا ہو گئے اور تہذیب و تعلیم کو اس سے مربوط کر کے ایک مغیرّ اسلام قائم کر دیا۔

فلسفہ مغیرہ

اسلام مغیرہ

هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ تَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ

چھٹا قانون یہ ہے کہ بادشاہ کے لئے ضرور ہے کہ بلند ہمت اور صائب رائے اور شیریں زبان اور بلند آواز ہوں اور بلا ضرورت بات نہ کریں۔ اور اخلاقی اور قومی حیثیت سے جو لوگ سفلہ ہوں اون کو اپنے پاس دخل نہ دیں اور زیادہ نہ ہنسیں۔ کیونکہ زیادہ ہنسنے سے ہیبت و وقار زائل ہو جاتا ہے اور قبل از وقت بڑھاپا آجاتا ہے اور بدن کی حرارت غریزی کو ضعیف اور کمزور کرتا ہے۔

ساتواں قانون یہ ہے کہ دربار کی رونق افروزی یا کہیں تشریف لیجانے کے وقت ایسے مزین ہوں کہ جس سے اون کو شاہی امتیاز حاصل ہو اور دوسرے لوگوں میں اور اون میں فرق ہو۔

ترجمہ۔ نہیں انتظار کرتے ہیں وہ اپنی سزا پانے اور اپنے انجام بد کو دیکھنے کے لئے مگر قیامت کے آنے کا یا مواخذہ الٰہیہ کی کچھ نشانیوں کا۔ ٹھہرے رہو یہاں تک کہ آپہونچے اللہ کا حکم اور اللہ حکم فرماتا ہے کہ کسی کو اوس کے حکم کے واپس کرنے اور پیچھے ڈالنے کا مقدور نہیں۔

ازالۂ حرص شہوت

آٹھواں قانون یہ ہے کہ شہوت کی حرص نہ ہو اس لئے کہ وہ بد جانوروں کی خاصیت ہے پھر انسان کو ایسی حرص پر (جس میں بُرے سے بُرا جانور انسان سے بڑھا ہوا ہو) کب فخر ہو سکتا ہے اور اس کے علاوہ حرص شہوت کے دوسرے نقصانات یہ ہیں کہ اس سے بدن ضعیف ہو جاتا ہے اور عمر گھٹ جاتی ہے اور وہ (حرص) زنانہ خصلتوں کے پیدا ہونے کا سبب ہو جاتی ہے۔

نواں قانون یہ ہے کہ مسکینوں اور ضعیفوں کے حال سے غافل نہ رہیں اور ان کے احوال کی جستجو کو فرض جانیں کیونکہ اس میں حضرت خالق کی رضامندی اور اسی سے مخلوق کی کشش ہے (خیال فرمایا جائے کہ فلسفہ خود رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھتا ہے پھر آج کل کے جو فلسفی خدائے تعالیٰ کو بھولے بیٹھے ہیں یا برائے نام صرف زبان سے خدائے تعالیٰ کا نام لیتے ہیں اور کام اوسکی رضا کے خلاف کرتے ہیں تو وہ بالکل جھوٹے فلسفی ہیں۔

دسواں قانون یہ ہے کہ اقسام کے غلے اور کرانے ذخیرے کے طور پر ہمیشہ جمع رکھے جائیں تاکہ یہ ذخیرے) قحط سالی میں (جس کا وقت معلوم نہیں ہو سکتا) بکار آمد ہوں اور قحط کا انسداد کر دیں۔

گیارہواں قانون یہ ہے کہ اس طرح کی سیاست قائم کی جائے کہ جس سے اہل صلاح (یعنے نیک لوگ) بادشاہ سے مطمئن رہیں اور اہل فساد خائف رہیں۔

باب (۶۷)

فلسفہ کی اصلیت و غیر اصلیت کا معیار

بارھواں قانون یہ ہے کہ میں نے بادشاہ کو بارہا وصیت کی ہے اور اس وقت بھی تاکید کے ساتھ وصیت کرتا ہوں کہ خونریزی میں ہرگز دلیری نہ کریں کیونکہ جانداروں کا ہلاک کرنا خاص اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور حقیقت حال بجز خدائے علام الغیوب کے اور کوئی نہیں جان سکتا لہذا ممکن ہے کہ جس کو آپ نے قابل قتل سمجھا ہے وہ فی الحقیقت مجرم نہ ہو بلکہ اوس پر تہمت لگائی گئی ہو یا اوس جرم کے اقدام میں اوس کے لئے کوئی عذر معقول ہو بناءً علیہ کسی کے قتل میں دلیری نہ کی جائے بلکہ نہایت تحقیق و تنقیح کے بعد جب وہ قطعاً قابل قتل سمجھا جائے تو اوس وقت قتل کا حکم دیں (ہماری اسلامی شریعت نے جو احتیاط حد و قصاص میں رکھی ہے وہ کس کو نہیں معلوم ارسطو کا یہ بارھواں قانون اسی شرعی احتیاط کے موافق ہے سچا فلسفی وہی ہے جس نے فلسفہ کو شریعت سے مطابق کیا اور فلسفہ کی اصلیت و غیر اصلیت کا معیار بھی ٹھیرایا کہ فلسفہ کا شرع کے ساتھ موازنہ کیا جائے جو فلسفہ اصول شرع کے موافق ہو وہ اصلی فلسفہ سمجھا جائے اور جو اصول شرع کے مخالف ہو وہ فلسفہ معیر) اسی پہلے مضمون کے ساتھ ارسطو نے لکھا ہے کہ ہرمس اکبر یعنے حضرت ادریس علیہ السلام سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب کوئی شخص کسی شخص کو قتل کرتا ہے تو آسمان کے فرشتے بارگاہ الٰہی میں حاضری کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ تیرے فلاں بندہ نے فلاں بندہ کے قتل کرنے کی وجہ سے (تیرے مخصوص اور غیر مشترک فعل میں) تیرا تشبہ اختیار کیا ہے (فرشتوں کی اس عرض کے بعد) اگر وہ قتل قصاصاً ہوا ہے تو حضرت

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اوس کو میرے حکم سے قصاصاً قتل کیا ہی
اور اگر وہ قتل بلا قصاص صرف ظلم سے ہوا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ میری عزت
وجلال کی قسم ہے کہ قتل کرنے والے کے خون کو میں نے مباح کردیا اس
حکم کے بعد ملائکہ اپنی ہر تسبیح اور ہر استغفار میں قاتل کے قصاص تک ہمیشہ
قاتل کے لئے بددعا کرتے ہیں اگر قاتل مقتول کے قصاص میں قتل کیا گیا تو
یہ قصاص اس کے لئے بہتر ہوتا ہے اور اگر خود بخود موت الٰہی سے وہ مرجائے
تو یہ مرجانا اوس کے حق میں خدائے تعالیٰ کے قہر وغضب کی علامت ہی
کیونکہ بصورت قصاص قاتل معادی جزا سے بری ہو جاتا ہے اور بصورت
عدم قصاص وہ معاد میں سخت اور دراز عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

تیرہواں قانون یہ ہے کہ وعدہ خلافی ہرگز نہ کیجائے اور قسم ہرگز نہ
کھائی جاے اور جب کھائی جائے تو کس طرح اوس کے خلاف نہ کیا جائے
کیونکہ بہت سے سلاطین یونان کی مملکت جھوٹی قسم اور عہد شکنی کی شامت
سے برباد ہوگئی۔

چودھواں قانون یہ ہے کہ ملکیوں کو علوم وفنون کی تحصیل کا حکم دیا
اور جو ملکی فارغ التحصیل ہو جائیں خاص طور پر اون کی تربیت کی جائے
اور ہمیشہ عنایت خاص اون پر مبذول رہے اس عمل سے قلوب عام میں
بادشاہ کی محبت پیدا ہوگی اور ملک کی رونق ہوگی اور بادشاہ
کی شہرت ہوگی یونانیوں کی سلطنت انہیں دو خصلتوں یعنے تحصیل
علوم کے حکم اور فارغ التحصیل لوگوں پر عنایت رہنے کی برکات سے ہمیشہ

یونان میں [illegible]

قائم رہی - سلاطین یونان کا یہ قاعدہ تھا کہ رعایا کو تحصیل علوم کا حکم دیتے تھے اور اون کے اس حکم تاکیدی کی یہاں تک نوبت تھی کہ پردہ نشین لڑکیوں کو بھی وہ جاہل و بے علم رکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے لہذا لڑکیوں کو اون کے ماں باپ کے گھر میں شریعت کے فرائض و آداب کی تعلیم ہوتی تھی اور خانگی ضرورتوں کے خیال سے طب اور نجوم کے تمام اصول بھی ان کو معلوم کرائے جاتے تھے (یونان کے سچے فلسفی نے اس امر کی کوشش کی کہ مردوں کے علاوہ لڑکیاں بھی دین سے واقف ہوجائیں مگر افسوس کہ اسلام معیوب کے بانی جھوٹے فلسفی کے اتباع سے لڑکوں کو بھی دین سے جاہل رکھنے اور صرف دنیا کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں - لڑکیوں کا تو کیا ذکر) پندرھواں قانون - بادشاہ کی حفاظت کا ہے جو بادشاہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص دربار شاہی کا معتمد خاص نہ ہو اوس کے ہاتھ کی کوئی چیز تناول نہ فرمائی جائے - اور اپنی محافظت سے غفلت نہ فرمائی جائے - اور اوس واقعہ کو فراموش نہ کیا جائے کہ بادشاہ ہند نے آپ کے لئے تحفے بھیجے تھے جن میں ایک ایسی لونڈی تھی کہ لڑکپن سے اسکی پرورش زہر سے کی گئی تھی جس سے اوس کی طبیعت زہریلی ہوکر سانپ کی سی ہوگئی تھی اور اوس لونڈی کی اس طرح پرورش کرنے اور اوس کو آپ کے پاس بھیجنے سے بادشاہ ہند کو بھی منظور تھا کہ آپ کی جان کو صدمہ پہنچا ئیں اگر میں نے فراست سے لونڈی کے اس حال کو پالیا اور آپ کو اوس کی اطلاع کردی دعاگو نے کتاب قوانین الانتظام میں اس پندرھویں قانون کے مضمون

کو ایک مستقل باب میں تفصیل سے عرض کیا ہے)

باب (۶۸)

سولھواں قانون یہ ہے کہ صرف ایک ہی دلیل پر جو یقینی نہ ہو حکم صادر نہ فرمایا جائے اور جب کئی دلیل باہم ایک دوسرے کے نقیض ہوں تو اوس وقت ان سب دلائل میں جو دلیل سب سے زیادہ قوی ہو اوس پر عمل کیا جائے۔

سترھواں قانون یہ ہے کہ منجملہ صفات الٰہیہ عدل بھی ایک صفت الٰہی ہے اور آسمان و زمین اسی عدل سے قائم ہیں اور پیغمبروں کی بعثت بھی عدل پر ہوئی ہے یعنی عدل دیکر بھیجے گئے ہیں اور عدل عقل کی صورت ہے لہذا اوس سے بڑھ کر کونسی چیز ہو سکتی ہے جب عقل عدل کی صورت میں نمودار ہوی ہے تو اس سے بڑھ کر دنیا میں کونسی صورت پیاری ہو سکتی ہے عدل اپنی دلآویز صورت سے دلوں کو اپنے قبضہ میں لاکر اون کا مالک ہو سکتا ہے۔ اہل ہند نے کہا ہے کہ سلطان کا عدل (اپنی نفع رسانی میں) زمانہ کی ارزانی اور شادابی سے بہتر ہے (اس لئے کہ ارزانی اور شادابی کا نفع جسمانی ہے اور عدل شاہی کا نفع جسمانی بھی ہے اور روحانی بھی مگر اوس کا بڑا نفع روحانی ہے جس کا مرتبہ نفع جسمانی سے بہت بڑھا ہوا ہے) اور سلطان عادل مطر وابل (یعنی زور کی بارش) سے بھی بدرجہا نفع بخش ہے (اس لئے کہ بارش کا نفع جسمانی ہے اور عدل کا نفع روحانی اور جسمانی دونوں کو شامل ہے) اور بعضے کتبوں پر خط سریانی سے لکھا تھا کہ ملک اور عدل دونوں باہم ایسے بھائی ہیں کہ جن میں سے ایک کو

دوسرے سے استغنا نہیں ہے (یعنی ملک کے لئے عدل کی ضرورت ہے اور عدل کے لئے ملک کی حاجت ہے) اوس کے بعد اوس کتبہ پر لکھا تھا کہ نظام عالم کے اسباب کا باہمی ربط ایک عمدہ دائرہ کی صورت میں وضع کرتا ہوں۔ جس سے نظام عالم کے اسباب کا باہمی اتصال وارتباط ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ دائرہ میری اس کتاب کا اور اوس کے مطالب کا خلاصہ اور انتخاب ہے اور دائرہ کی صورت یہ ہے۔

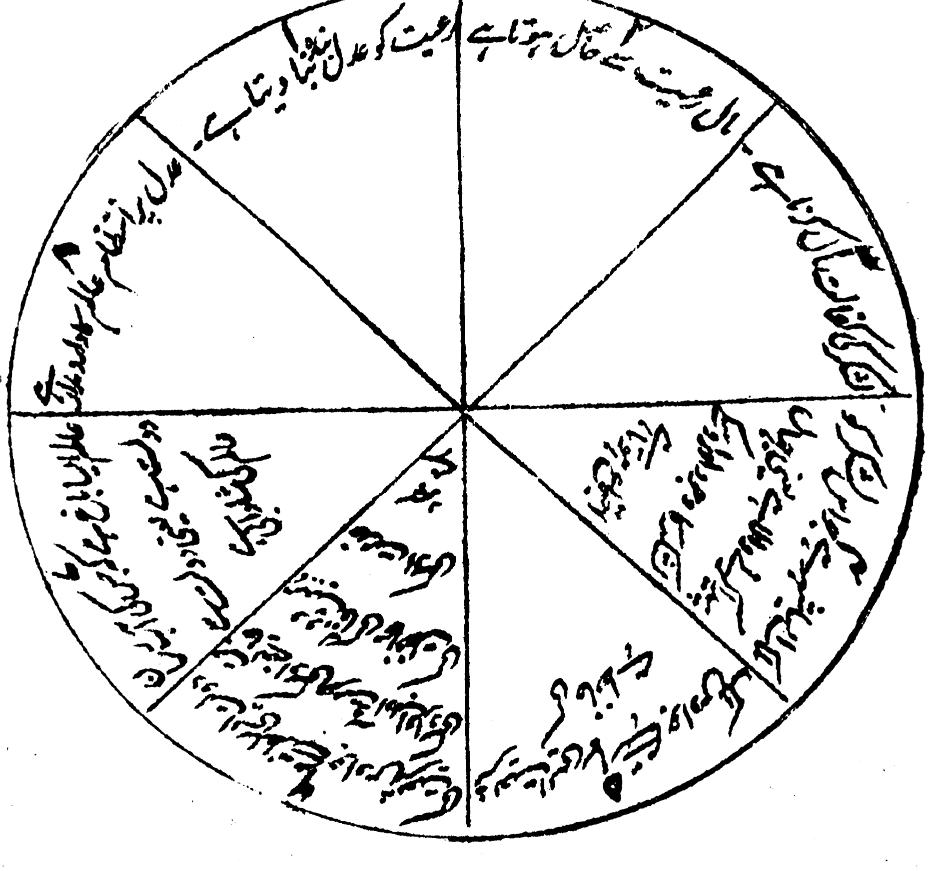

باب (۶۹)

ارسطو کے مذکورہ قوانین کی جامعیت و لطافت کے بیان میں

یہ ارسطاطالیسی قوانین خاص سلطنت سے متعلق ہیں اور اس تعلق خاص کے علاوہ بادشاہ خاص (یعنی سکندر) اوس سے مخاطب ہیں اب ان قوانین کی معنوی تحقیق سے پہلے (جس کے لئے مہلت کی ضرورت ہے) ان کے نہایت ہی پرمغز و پرمعنی اور بہت ہی جامع و بلیغ اور نفیس و لطیف ہونے کا یقین امور ذیل کی تنقیح سے بھی ہوتا ہے ارسطو کا اپنی حکیمانہ اور فلسفیانہ حیثیت میں کامل و مکمل ہونا اوس کے قوانین کا تعلق خاص جس میں توجہ خاص اور توجہ مفرد ہوتی ہے اور توجہ خاص کی مناسبت (اوس کے غیر مشترک اور غیر مرکب ہونے کی وجہ سے) بٹی ہوی نہیں ہوتی بلکہ وہ پوری ایک ہی کے ساتھ ہوتا ہے **بخلاف** تعلق عام کے کہ اوس میں توجہہ مشترک اور توجہ مرکب ہوتی ہے اور اسی سبب سے اس توجہ عام کی مناسبت صرف ایک ہی کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ بٹی ہوی ہوتی ہے اور اس تعلق خاص کے ساتھ تعلقات خاص جس میں تخصیص در تخصیص ہو جاتی ہے اور تخصیص نوعی سے تخصیص شخصی کی طرف (جو انفرادی کا کامل درجہ ہے) انتقال ہوتا ہے اور توجہہ نوعی تعدد اور نوعی اشتراک سے شخصی افراد کے ساتھ متعلق ہوکر بالکل خالص ہو جاتی ہے اور خود اسکندر کی ذاتی حکیمانہ حیثیت اور اون کی حکیمانہ مناسبت جس کے ساتھ خاص طور پر حکیم اور فلسفی کو مذاق ہوتا ہے اور خاص اس مناسبت کی

لحوظیت سے جو تحاطبانہ کلام صادر ہوتا ہے اوس کا رنگ خالص حکیمانہ ہوتا ہے اور اسکندر کی ذاتی حیثیت کے علاوہ اون کی سلطنت کی بھی حکیمانہ وضع بھی جو حکماء کی توجہ واہتمام کو اپنے حق میں اور بڑھاتی ہے اور اس توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے

اور سلطنت سکندری کی مذکورہ ذاتی حیثیت کے علاوہ اوسکی تمام دنیا پر حکمرانی اس کی کافی دلیل ہے جب ان چھ امور کی تنقیح کی جاتی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ سلطنت کے لئے ارسطو کا یہ دستور العمل نہایت جامع و بلیغ اور نفیس و لطیف ہے

باب (۷۰)

حکما کے فیض عام اور بمقابلہ فلسفہ قدیمہ فلسفہ جدید کی بے اصلیت اور بیجا فلسفہ کی لا اصلیت پیدا کیے گئی ہیں

اور چونکہ ان حکیموں کی فیض ربانی سے خاص و عام سب کو وسیع اور فراخ حوصلہ ہے لہذا اون کے اس فیض تام کے بعد اون کے فیض عام کا بھی کچھ ذکر ضروری ہے تا نفع عام کے علاوہ کتاب کی تکمیل بھی ہو جائے وہ یہ ہے کہ حکیم افلاطون کی اشراقی قوت کا حال تمام دنیا پر روشن ہے اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ اسکی اشراقی تعلیم نے دنیا میں باذن اللہ بڑے بڑے حکیم پیدا کئے ہیں جن کا سر آوردہ ایک ارسطو تھا جو موجد اور معلم اول مانا گیا ہے اور سلطنت سکندری کی بنی برد اور عالمگیر سلطنت کا معلم و رہبر رہا ہے چنانچہ ابھی اس کی تعلیم سلطنت کا ذکر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام دنیا پر قبضہ کرنا اور بعد قبضہ اوس کو

سنبھالینا اوس کی علمی اور عملی توسیع کا ایک چھوٹا سا کام تھا بھلا نئے فلسفہ
کے حامی یہ تو بتادیں کہ اون کے فلسفہ نے افلاطون کو چھوڑ کر اس کے
شاگرد ارسطو یا اوس سے بھی اتر کر ارسطو کے شاگردوں کے برابر بھی کوئی فلسفی
بنایا ہے۔ ہرگز ہرگز نہیں بتا سکتے جب مضمون یہاں تک پہنچ گیا تو مناسب
مقام یہ ہے کہ ایجاد فلسفہ کے اصلی آلات کا جس سے ایجاد فلسفہ کی قابلیت
حاصل ہوتی ہے مختصر بیان کیا جائے تا معلوم ہو جائے کہ فلسفہ جدیدہ کے
بانی ایجاد فلسفہ کے دعوے میں کہاں تک سچے ہیں وہ بیان یہ ہے کہ
تمام انسانی ادراکات کا اصلی آلہ خود انسان کے اندر موجود ہے اور اوس کا نام
قوت ادراک ہے اور اس آلہ کی دو شاخیں ہیں ایک عقل نظری
اور دوسری عقل عملی گویا قوت ادراک کے یہی دو بازو اور انسانی پرواز
کے یہی دو پر ہیں اور ان کی بنیاد وہی قوت ادراک ہے جہاں سے یہ پیدا
ہو کر انسان کو پرواز دے رہے ہیں۔ تمام کائنات کی سچی حقیقت معلوم کرنی
اور واقع کو غیر واقع سے ممیز کرنا اور ایجاد و اختراع کرنی یہ سب قوت
ادراک کے کام ہیں جن کو وہ اپنے بازوؤں کی قوت سے پورا کرتی ہے۔
خلاصہ یہ کہ انسان کی تمام ترقیات اور تکمیلات کا دار و مدار اسی قوت پر ہے
جب اس قوت کی دونوں شاخیں تہذیب و اصلاح اور نورانیت و
روحانیت کے آسمان پر چڑھ جاتی ہیں تو اوس کو اشراق کہتے ہیں اور
اوسی سے فلسفی فطرت پیدا ہو جاتی ہے نہیں۔ بلکہ انسان فلسفہ کا پتلا
بن جاتا ہے اور یہ اشراق جب ہی حاصل ہوتا ہے کہ جب انسان ہر قوت

نئے فلسفہ کی حیثیت کا فیصلہ

ایجاد فلسفہ کے اصلی آلات کا مختصر بیان

اشراق کے معنی

اشراق کب حاصل ہوتا ہے

اوراک کے ساتھ قوت تحریک جو رکھی گئی ہے وہ بھی اپنے دو شعبوں (یعنی قوت غضبی اور قوت شہوی کے) ساتھ نہایت مہذب اور بالکل پاک و صاف ہو اور یہ مجموعی تہذیب انسان کو جسم کے مادی تعلقات سے بالکل علیحدہ کر کے اوس کو سرتاپا نفس ناطقہ بنا دے اب یہ اشراق انسان کو آئینہ عالم بنا دیتا ہے جس میں ہو بہو عالم کا انطباع ہوتا ہے یا کہئے کہ یہ اشراق خود انسان کیلئے آئینہ بن جاتا ہے جس میں بعینہ عالم کا مشاہدہ کرتا ہے یہی اشراق (یعنے سراپا روشنی) دنیا میں فلسفہ کی تحصیل و تکمیل کا اصلی آلہ ہے اور جہاں ذرا بھی ظلمت ہو وہاں فلسفہ کا مطلق گذر نہیں ہو سکتا چاہے زبان سے کتنی ہی لاف زنی ہوا اور خود فلسفہ عالیہ کی یہ اعلیٰ تعریف کہ (اَلتَّشَبُّهُ بِالْاِلٰهِ بِقَدَرِ الْاِمْکَانِ) ثابت کر رہی ہے کہ یہی اشراق فلسفہ عالیہ کا آلہ اصلیہ ہے۔ اس لئے کہ فلسفہ کی مذکورہ تعریف سے ثابت ہوتا ہے کہ فلسفہ عالیہ کا حصول و تحقق بدوں تشبہ الٰہیہ نہیں ہو سکتا اور تشبہ الٰہیہ جسمانیت سے مجرد ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور اشراق اسی تجرد کا نام ہے بہر حال ہر طرح یہی ثابت ہوتا ہے کہ فلسفہ کی تحصیل و تکمیل کا پہلا اور اصلی آلہ یہی اشراق ہے۔ جن سچے اور اعلیٰ فلسفیوں نے یہ آلہ حاصل کیا تھا اون کا نام اشراقی ہوا (جن میں افلاطون بھی ہے۔

باب (۱۷)

فلاسفہ کے مشائی فرقہ اور فلسفہ قدیمہ پر اسلام کی اصلاحی نظر کے بیان میں

بقدر امکان خدائے تعالیٰ کی اقتدا و اتباع (اس لئے کہ اقتداء و اتباع سے متبع کو اپنے متبوع سے اتحاد تشبہ حاصل ہے۔ اور اتباع کامل کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے

اب اون کے بذاتہ کامل ہونے کے علاوہ دوسروں کی تکمیل کرنے اور اون کو اپنے ہم رنگ بنا لینے کی بھی اون میں اعلیٰ قابلیت تھی اور وہ قابلیت ہرگز بےکار نہیں رہ سکتی تھی لہذا اوس قابلیت نے بہت سے افراد کو اپنا ہمرنگ بنا لیا جن کا نام مشائی ہوا (یعنی اشراقیوں کے پاس کثرت سے آمد و رفت رکھنے والے اور اون کی شبانہ روزی ملازمت و خدمت کرنے والے) فلسفیوں کا مشائی فرقہ بالکل اشراقی فرقہ کے ساتھ مربوط تھا گویا اس فرقۂ مشائیہ نے باطن سے اون (فرقہ اشراقیہ) کے ساتھ اپنی ایسی محاذات قایم کی کہ جس سے اون کا اشراق بعینہ ان میں منطبع ہو گیا گو یہ اشراقی نہیں تھے مگر اشراقیوں کے ساتھ ایسے چسپیدہ تھے کہ گویا اپنے سوا اون کے اشراق کی محاذات سے ہر چیز کو اٹھا کر صرف اپنی نفس کو اوس کا محاذی کر دیا تھا اور کسی چیز کو اوس اشراق کے اور اپنی نفس کے فیما بین متوسط و حائل نہیں ہوتے دیا لہذا اس اشراق کا پورا فوٹو اون کے نفس ناطقہ میں اتر گیا **الغرض** یہ (مشائی) بالکل اوسی اشراقی رضاعت کے پروردہ تھے اسلئے اون کا خون بالکل اشراقی تھا۔ اب بیان فوق سے ظاہر ہوا کہ دنیا میں فلسفہ کی تحصیل و تکمیل کا پہلا آلہ اشراق ہے اور اوس کا دوسرا آلہ الصاق اشراق (یعنی اشراق کے ساتھ چسپیدگی) ہے جس کو مشائیت کہتے ہیں انھیں دو آلوں سے فلسفہ کی پوری تکمیل ہو چکی۔ اب بجائے اس کے کہ اس کے مقابل دنیائے فلسفہ میں دوسرا فلسفہ قائم ہو سکے۔ اس دنیائے فلسفہ کے کسی شخص کو (اوس کے کامل و مکمل ہونے کی وجہ سے) اوس کی تکمیل کی

مشائی فلسفیوں کا گروہ

بھی قدرت و گنجایش نہیں اس لئے کہ دور اشراقیہ بھی ختم ہوگیا اور اس کی پیروی سے
مشائیت نے بھی اپنا کام پورا کرلیا گویا مشائیت اشراقیت کا تکملہ تھی اب
اس (اشراقیت و مشائیت کے بعد) فلسفہ کا کونسا درجہ ہے جو فلسفہ پر نظر اندازی
کے قابل ہو۔ مگر ان (اشراقی اور مشائی) دونوں دوروں کے بعد فلسفہ جدیدہ کے
دورۂ مدعیہ سے پہلے ایک بہت بڑا اتفاقی دورہ آیا اور اوس کا نام دورۂ
اسلامیہ ہوا۔ اس دورہ کو انقطاع نہیں ہے بلکہ فلسفہ جدیدہ کے مدعیہ دورہ سے
بہت پہلے اس کا ظہور ہوا یہاں تک کہ فلسفہ جدیدہ کی بے ہنگامی کو وہ اہل
قابل التفات نہ جانا اوس (دورۂ اسلامیہ) کی سیر چشمی اپنے فلسفۂ بے ہنگام کو
کب قابل التفات سمجھتی تھی اوس نے تو بہ حیثیت اسلامیہ دنیا کے اصلی فلسفہ
(یعنی فلسفہ اشراقیہ و فلسفہ مشائیہ) کی تہذیب کی تھی اور اس قدیمہ فلسفہ کے
زمانہ فترت میں جو نقائص اوس فلسفہ کو لاحق ہوگئے تھے اون سب (نقائص)
سے اوس کو پاک کیا تھا۔ گویا اسلام کا زمانہ اس حد پر واقع ہوا تھا کہ جو فلسفہ
یونان کی کہنگی کا اور الحاقات سے اس کی اصلیت کے چھپ جانے کا حد تھا۔
اب اس وقت اسلام نے اس فلسفہ پر دو حیثیت سے نظر کی ایک تو
اس کو اپنے اسلامی فلسفہ کے ماتحت بنانے کی حیثیت سے اور دوسری
اس کے فلسفہ ہونے یا نہ ہونے کی حیثیت سے۔

پہلی نظر میں تو اسلام نے اس پر بالکل کامیابی حاصل کی اور دوسری
نظر میں اوس کی فلسفی حیثیت مان لی اور اوس کی تہذیب کی جس سے
مابین فلسفہ قدیمہ و فلسفہ جدیدہ محاکمہ کا ایک مضبوط اصول قائم کردیا۔ اس

اصول سے فلسفہ قدیمہ کی اصلیت ثابت ہوتی ہے اور اوس کے مقابل کسی فلسفہ کا استقرار نہیں ہوسکتا۔ ایجاد فلسفہ کے اصلی آلات کی بحث میں جتنے مضمونی اجزا قائم ہوتے ہیں وہ یہاں صرف رمز و اشارہ کے طور پر عرض کئے گئے ہیں۔ اگر یہ بحث مستقل قلمبند کی جائے تو اوس کی صورت کی ایک مستقل اور ضخیم کتاب ہوجائیگی۔

باب (۳۷)

افلاطون کے نصائح میں

خیر یہ تو ایک معترضہ بحث تھی جو اثنائے کلام میں اصل مضمون کی مناسبت سے قائم ہو جاتی ہے اور اصل مقصد یہ ہے کہ افلاطون اشراقی کے جیسے کامل و مکمل اور فلسفیوں کے طبقات تیار کرنے والے فلسفی کا ناصحانہ کلام آب زر بلکہ روشنائی چشم اور قلم عقل سے روح کی نورانی تختی پر لکھنے کے قابل ہے اور کیوں نہ ہو اسلام نے اوس کو لیا اور قبول کیا ہے حکیم ممدوح نے اپنے شاگرد ارسطو کو بہت سی نصیحتیں کی ہیں جنمیں سے

پہلی نصیحت یہ ہے کہ خدا کو پہچانو اور اوس کے حقوق کی حفاظت کرو۔ (یہ نصیحت افلاطون کی اشراق کا خاص نتیجہ ہے جس کو انھوں نے اپنے اشراق سے تمام نصیحتوں پر مقدم رکھا ہے گویا اس کو تمام نصیحتوں کی بنیاد قرار دی ہے

دوسری نصیحت یہ ہے کہ صرف علم کے سکھانے اور سیکھنے پر اپنی تمام ہمت کا حصر کرو۔ (اس نصیحت میں ارسطو جیسے کامل و مکمل حکیم کو بھی سیکھنے کی ہدایت

افلاطون کے نصائح

ہدایت کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو کبھی اپنی تکمیل سے سیرابی نہیں ہوتی۔ اُطلبوا العلم من المھد الی اللحد کا بھی یہی مضمون ہے
تیسری نصیحت یہ ہے کہ اہل علم کے امتحان کا دار و مدار کثرت علم پر مت رکھو بلکہ برائیوں سے اجتناب کرنے پر اون کی آزمایش کو موقوف رکھو (یعنی صرف کثرت علم سے عالم کو خوبی نہیں بلکہ اوس کی اصلی خوبی اس میں ہے کہ وہ صالح ہو اس لئے کہ تکمیل صرف غائت پر منحصر ہے اگر غائت نہ ہو تو نقص ہی نقص ہے اور نقص تدارک کے قابل ہے نہ رغبت کے پھر اس بنا پر علم کی غائت عمل ہے اگر کسی کو علم بہت ہو مگر عمل نہ ہو تو وہ سراسر نقص ہے اور اگر علم کم ہے مگر عمل ہے تو غائت حاصل ہے اس زمانہ کا عمل اس نصیحت کے خلاف ہے اول تو اس زمانہ کی نئی روشنی کا علم ہی بے قاعدہ ہے اس لئے کہ نفس ناطقہ اور معاد اوس کے سلسلۂ تعلیم کے پیش نظر نہیں ہوتے بلکہ صرف شکم پری اور جاہ طلبی اوس کے پیش نظر ہوتی ہے لہٰذا اوس کا سلسلۂ تعلیم اوس کے نفس ناطقہ کی تکمیل نہیں کرتا اور دوسرے خود اوس کا اعتقاد یہ ہے کہ صرف معلومات کے بڑھانے پر انسانی ترقی کا انحصار ہے چاہے اوس کا عمل کیسا ہی ہو گویا اوس کی یہ رائے بالکل مدینہ جاہلہ کی رائے کی طرح ہے۔
چوتھی نصیحت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ سے ایسے منافع نہ مانگو جو فانی ہیں بلکہ اوس کی درگاہ سے باقیات صالحات مانگو (اس زمانہ کی تعلیم باقیات صالحات کو جانتی ہی نہیں کہ وہ کیا چیز ہے۔ باقیات صالحات وہ ہیں کہ جو دنیا میں

(طلب کرو علم گہوارہ میں رہنے کی عمر سے قبر میں جانے تک)

نفس کو کامل کر کے مادی کمال کے ساتھ اوس کو آخرت میں لیجاتے ہیں مگر موجودہ تعلیم کا اصول تو یہ ہے کہ سے یہاں آرام سے گزرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْجَھَالَۃِ۔

پانچویں نصیحت - یہ ہے کہ ہمیشہ ہوشیاری اور بیدار مغزی کے ساتھ زندگی کریں اس لئے کہ شر کے اسباب بہت ہیں (یعنی غفلت واطمینان کی صورت میں اکثر اسباب شر موجود ہو جاتے ہیں اور پہلے سے ان کی مدافعت کا تہیہ نہ ہونے کی وجہ سے تدارک دشوار ہو جاتا ہے یہ نصیحت سلطنت کے لئے نہایت بکار آمد ہے۔

چھٹی نصیحت - ایک علمی اور دینی نصیحت ہے وہ یہ ہے کہ خدائے تعالی بندے سے جو انتقام لیتا ہے وہ غضب کے طور پر نہیں لیتا بلکہ تادیب وتہذیب کے طور پر لیتا ہے (اس نصیحت میں حکمرانوں کو) جو مالک سیاست ہوا کرتے ہیں) یہ ہدایت ہے کہ وہ بھی اپنی سیاست میں لوگوں کی تادیب واصلاح پیش نظر رکھیں اور نفسانیت سے سیاست نہ کیا کریں۔

ساتویں نصیحت یہ ہے کہ جس عمدہ زندگی میں پیش از پیش شایستہ موت کا الحاق نہ ہو تو ایسی زندگی کو کافی نہ سمجھو (یعنی دنیا کے اعمال ایسے ہوں کہ اون میں آخرت کا مشاہدہ ہو تو اوس وقت زندگی میں شایستہ موت کا (جو آخرت میں لیجانے والی ہے) ضرور الحاق ہوگا۔ اور یہ اسی صورت میں ہوگا کہ جب دنیا میں خاص آخرت کے اعمال (جیسے نماز روزہ وغیرہ) استقامت واستقلال اور ہوشیاری وبیدار مغزی کے ساتھ بجالائیں۔

آٹھویں نصیحت یہ ہے کہ اوسی زندگی کو شایستہ جانو جو خیر کے حاصل کرنے کا ذریعہ

نویں نصیحت یہ ہے کہ خواب واستراحت کی طرف میلان مت کرو مگر اس وقت کہ خواب واستراحت سے پہلے تین چیزوں میں اپنی نفس کا محاسبہ کر لو پہلی یہ کہ اس بات کو سوچ لو کہ اوس روز تم سے کوئی خطا سرزد ہوی یا نہیں۔ دوسری یہ کہ اس بات کا بھی خیال کرو کہ آیا اوس روز تم نے کوئی خیر بھی حاصل کی ہے یا نہیں تیسری یہ کہ کوئی نیک کام تمھاری کوتاہی کی وجہ سے اوس روز فوت ہوا ہے یا نہیں (نفس کے ایسے محاسبہ سے غفلت دور ہو گی اور بیداری مغزی بڑھے گی سچے فلسفہ کی اصلاح و رہبری یوں ہوا کرتی ہے۔

باب (۳۷)

دسویں نصیحت عبرت انگیز ہے وہ یہ کہ اس بات کو خوب یاد رکھو کہ تم زندگی سے پہلے کیا تھے اور زندگی کے بعد کیا ہو جاوگے (جب آدمی اپنے دل و آخر کو ہمیشہ پیش نظر رکھے گا تو نفس میں تکبر و غرور کی مداخلت نہ ہو گی بلکہ ہمیشہ اسمیں انکسار پیدا ہوگا)

گیارھویں نصیحت یہ ہے کہ کسی کو ایذا مت دو اس لئے کہ دنیا کے کام معرض تغیر میں ہیں (شاید تمھارا حال بدل جائے اور جس کو تم نے ایذا دی ہے وہ تم پر قادر ہو جائے ہر چند ایذا تو خود فی نفسہ بری چیز ہے مگر یہ خیال اس سے زیادہ اجتناب کرائے گا)

بارھویں نصیحت یہ ہے کہ وہ آدمی نہایت بدبخت ہے جو انجام کے یاد کرنے سے غافل ہو اور گناہ سے باز نہ آتا ہو۔

تیرھویں نصیحت یہ ہے کہ مستحقوں کی خیر رسانی اون کے سوال پر منحصر مت رکھو

(بلکہ قبل سوال اہل استحقاق کی خیر رسانی کردو)

چودھویں نصیحت یہ ہے کہ اوس شخص کو حکیم مت جانو جو دنیا کی کسی لذت سے خوش ہو یا دنیا کی کسی مصیبت سے بے قراری ظاہر کرے (اس وقت یہ نصیحت نئے فلسفیوں کے غیر اصلی ہونے کی اچھی معیار ہے)

پندرھویں نصیحت یہ ہے کہ ہمیشہ موت کو یاد کرتے رہو اور مرے ہوؤں سے عبرت پکڑتے رہو۔

سولھویں نصیحت یہ ہے کہ بیکار باتوں کے زیادہ کرنے سے آدمی کی خباثت کا علم ہوتا ہے یعنی یہ امر معلوم ہوجاتا ہے کہ اوس کی طبیعت میں خباثت ہے۔

سترھویں نصیحت یہ ہے کہ پہلے کئی بار سوچ لو پھر بات کہو اور کام کرو تو وہ بات اور وہ کام نہایت پختہ اور غیر قابل اعتراض ہوں گے

اٹھارویں نصیحت یہ ہے کہ سب لوگوں کے دوست بنے رہو (جس میں تمہارا امن ہے اندرونی بھی اور بیرونی بھی)

انیسویں نصیحت یہ ہے کہ جلدی سے غصہ مت کرو تا (اس جلد غصہ کرنے کی) غصہ تمہاری عادت نہ بن جائے۔

بیسویں نصیحت یہ ہے کہ محتاج کی حاجت کو کل پر محول نہ کرو (بلکہ فی الفور اوس کو پورا کردو) چہ دانی کہ فردا چہ حادثہ شود۔ (یعنی کل کی شدنی کس کو معلوم ہوسکتی ہے۔

اکیسویں نصیحت یہ ہے کہ جب تک تخاصمین کی بات نہ سمجھ لو اوس وقت تک اون کے درمیان کوئی حکم صادر مت کرو۔

بائیسویں نصیحت ۔ یہ ہے کہ محض قول سے حکیم مت بنے رہو بلکہ قول و فعل دونوں سے حکیم بنے رہو کیونکہ حکمت قولی تو اسی دنیا میں رہ جاتی ہے اور حکمت عملی اس جہان سے اوس جہان (یعنی آخرت) میں پہنچکر وہاں ابد الآباد قائم ہو جاتی ہے (اس زمانہ کے نئے فلسفہ کے لئے اس نصیحت میں بہت بڑی ہدایت ہے خدا تعالیٰ اس ہدایت پر عمل کرنے کی ہدایت دے ۔

تئیسویں نصیحت یہ ہے کہ اگر کسی نیکی میں رنج اٹھاؤ تو رنج تو باقی نہ رہے گا (پھر ایسا رنج قابل رنج نہیں بلکہ انجام نیک کے لحاظ سے قابل برداشت و لائق مسرت ہے) مگر نیکی رہ جاویگی (اور ہمیشہ اوس کے ثواب سے محفوظ رہو گے) اور اگر بدی سے تم کو کوئی لذت حاصل ہو تو لذت تو قائم نہ رہے گی (پھر ایسی لذت کس کام کی ہے کہ جو رہے بھی نہیں اور باوجود اس کے ابدی رنج میں گرفتار کر دے) مگر بدی رہجاویگی (اور اوس کی سزا تم کو بھگتنی پڑے گی)

چوبیسویں نصیحت یہ ہے کہ اس دن کو یاد رکھو کہ جس دن تم کو آواز دیں گے یعنی پکاریں گے مگر تم اوس دن سننے اور بات کرنے سے محروم رہو گے نہ سنو گے اور نہ بات کرو گے اور نہ یاد کر سکو گے (مراد یہ ہے کہ یہاں کی جیسی زندگی نہ ہوگی جو عیاناً یہاں کے لوگوں سے سننے سنانے اور کہنے کہانے کا معاملہ جاری ہے بلکہ یہاں کے لوگوں سے یہاں کی وضع پر معاملہ منقطع ہو جائیگا نہ سننے اور نہ بات کرنے سے مراد یہی ہے نہ یہ کہ اون کو برزخی سماعت نہ ہوگی) یقین کرلو کہ تم ایسی جگہ جانے والے ہو کہ وہاں دوست و دشمن میں تم تمیز نہ کرسکو گے ۔
(پھر جب تمہارے یہاں کے سننے اور بات کرنے اور دوست و دشمن کے پہچاننے

ہیں ایک روز نقص آنے والا ہے تو پھر یہاں (دنیا میں) کسی پر نقص مت رکھو اور تم ایسی جگہ جانے والے ہو کہ جہاں مالک اور غلام برابر ہوں گے لہذا یہاں تکبر مت کرو اور توشہ تیار رکھو کیونکہ یہاں سے کوچ کرنے کا وقت معین اور معلوم نہیں (حکیم کی یہ نصیحت نہایت عبرت انگیز اور دنیا سے منقطع کرانے والی ہے خدائے تعالیٰ ہمارے نئے بھائیوں کو بصیرت عطا فرمائے

باب (۴۷)

پچیسویں نصیحت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی عطیات میں کوئی چیز حکمت سے بہتر نہیں ہے اور حکیم وہی ہے کہ جس کا فکر اور جس کا قول اور جس کا عمل باہم برابر ہو (حکیم کی یہ نصیحت بہت بڑی علمی نصیحت ہے جس سے سچے اور جھوٹے حکیم میں تفرقہ ہوتا ہے۔

چھبیسویں نصیحت یہ ہے کہ نیکی کا معاوضہ کرو اور بدی کو معاف کردو۔

ستائیسویں نصیحت یہ ہے کہ اس عالم (یعنی عالم آخرت) کے کسی اہم کام میں ملال مت کرو اور کسی وقت اس کی بجاآوری میں سستی نہ کرو اور نیکیوں سے درگزر کرنے کو جائز مت رکھو۔

اٹھائیسویں نصیحت یہ ہے کہ کسی برائی اور گنہ کو نیکی کے حاصل کرنے کا ذریعہ مت بناؤ۔

انتیسویں نصیحت یہ ہے کہ حکمت کو دوست رکھو اور حکماء کی بات سنو اور دنیا کی خواہش کو اپنے نفس سے دور کرو اور عمدہ آداب کے اختیار کرنے

سے باز مت رہو اور کوئی کام قبل از وقت شروع مت کرو اور جب کوئی
کام شروع کرو تو اس میں مشغول ہو جاؤ تو فہم و بصیرت سے اوس میں مشغول رہو
تیئسویں نصیحت یہ ہے کہ تو انگری پر مت اتراؤ اور مصیبتوں کی وجہ خواری
اور خستہ حالی کو اپنی طرف مت آنے دو (یہ نصیحت آدمی کو اولوالعزم اور صاحب
استقلال بناتی ہے)

اکتیسویں نصیحت نہایت مفید معاشرت و مفید تمدن اور بہت ہی راحت رساں
ہی وہ یہ ہے کہ دوست کے ساتھ ایسا معاملہ مت کرو کہ جس سے حاکم تک
جانے کی نوبت پہنچے اور دشمن کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھو کہ اگر حاکم کے پاس تمہارا اور
تمہارے دشمن کا معاملہ پیش ہو تو دشمن پر تم ہی کو کامیابی حاصل ہو۔

بتیسویں نصیحت یہ ہے کہ احمقانہ معاملہ تو کسی کے ساتھ مت کرو مگر تواضع
ہر شخص کے ساتھ کیا کرو اور کسی تواضع کرنے والے کو حقیر نہ جانو۔

تینتیسویں نصیحت یہ ہے کہ جس امر میں اپنے کو معذور سمجھو اوس میں اپنے بھائی
(یعنی اپنے دوست یا دوسرے کسی آدمی) پر ملامت مت کرو (یہ نصیحت رہبر
اخلاق ہے۔

چونتیسویں نصیحت یہ ہے کہ بیکاری اور عبث عمر گزاری پر خوش مت رہو
پینتیسویں نصیحت یہ ہے کہ نصیب پر بھروسہ کئے ہوئے بیٹھے رہو۔
چھتیسویں نصیحت یہ ہے کہ نیک کام سے پشیمان مت ہو۔
سینتیسویں نصیحت یہ ہے کہ کسی کے ساتھ لڑائی مت کرو۔
اڑتیسویں نصیحت یہ ہے کہ خارجی امورات جیسے مال و زر اور جاہ و منصب

وغیرہ) کو (اپنی دینی و دنیوی تکمیل کا) سرمایہ نہ بنائے رکھو (یعنی اپنی دینی اور دنیوی تکمیل میں خارجی سرمایہ پر اعتماد کئے ہوئے نہ رہو اس لئے کہ خارجی امور کو پائداری نہیں ہوتی اور جس چیز کو پائداری نہیں ہوتی وہ سرمایہ بنانے کے قابل نہیں ہوسکتی بلکہ نفسانی فضائل (یعنی اخلاق و اعمال حسنہ) کو اپنی دینی و دنیوی تکمیل کا سرمایہ بنائے رکھو کیونکہ وہ فضائل نفسانیہ اندرون ذات اور غیر زائل و پائدار ہیں)

انچالیسویں **نصیحت** یہ ہے کہ گرفتاران مصیبت کی ہر طرح ہمدردی اور مدد کرو۔ (اور مصیبت سے ان کو چھڑاؤ) مگر جو شخص گرفتار خصائل قبیحہ ہو اس کی مدد اور ہمدردی نہ کرو اس لئے کہ پہلی قسم کی گرفتاری اختیاری نہیں ہے بلکہ اضطراری اور آسمانی ہے بخلاف اس کے یہ دوسری قسم کی گرفتاری بالکل اختیاری ہے یعنی جس امر سے رکنا اور باز رہنا بالکل اختیار میں ہے تو محض اپنی ہوائے نفسانی سے اپنے اس اختیار کو باطل کر کے اپنے ارادہ سے گرفتار اخلاق قبیحہ ہو جانا بہت ہی ناقابلیت اور کم فطرتی کی علامت ہے لہذا ایسے شخص نے خود اپنے کو ناقابل ہمدردی بنا رکھا ہے اور گویا اپنے تخریبہ اور متغیرہ حال کی وجہ سے خود بخود اعانت و ہمدردی کا مانع ہوا ہے خلاصہ یہ کہ انھوں نے اپنے اختیار کا استعمال امر ناقابل استعمال میں کیا ہے جس سے اسکی نفسی شرافت رذالت سے مبدل ہوگئی ہے۔ گویا اپنی عمر نفیس کے مصرف نفیس کو انھوں نے از خود خسیس بنا کر خساست کو نفاست پر ترجیح دی لہذا وہ اعانت نفیس کے قابل نہ رہا۔

چالیسویں **نصیحت** یہ ہے کہ ہمیشہ عدل اور نیکیوں کے پابند رہو۔

باب (۷۵)

نصائح افلاطونیہ کے آغاز و ختم کے نکتہ میں

افلاطون نے اپنی ان تمام مذکورہ نصائح کو خداشناسی کی نصیحت سے شروع کیا اور عدل اور نیکیوں کی دوامی پابندی کی نصیحت پر ان نصائح کو ختم کیا ہے گویا خداشناسی کو جو مذہب و فلسفہ کا اصل اصول ہے فاتحہ نصائح بتایا اور عدل واعمال صالحہ کی پابندی کو جو اوس اصول کی فرع خاص ہے خاتمہ نصائح گردانا تا معلوم ہو کہ وہی پہلی نصیحت طبعًا صلاح انسانی کی بنیاد (یعنی پایہ) وعماد (یعنی ستون) اور وہی اس کی روح فیاض (نفس فعال) ہے لہذا وضعًا بھی وہ مقدم ہوئی جب صلاح انسانی کی اس فطرتی بنیاد وعماد کا اور اس کی روح فیاض اور نفس افعال کا تحقق استحکام واستقرار ہوجاتا ہے تو اب اوس صلاح کی بنا (یعنی عمارت جو تمام اعمال حسنہ اور اخلاق فاضلہ سے مراد ہے) نہایت مضبوطی اور خوشنمائی کے ساتھ اس بنیاد وعماد پر مرتب وقائم ہونے لگتی ہے اور اسی روح ونفس کی فعالیت وفیاضی سے اس میں بہت کچھ وسعت ہوتی ہے یہاں تک کہ یہ (روح ونفس) اوس (صلاح انسانی کی بنا) کو عدل اور عمل صالح اور خیررسانی کی پابندی (جو اوس بنا کے دائرہ کمال و بقا کے مرکز ہیں) عطا فرماتی ہے جس سے اوس کی یہ دنیوی حیات طیبہ (پاکیزہ زندگی) ہوجاتی ہے اور دنیا ہی میں اوس کی یہ حیات اخروی حیات سے مناسبت پیدا کرکے یہیں (دنیا میں) اوس (اخروی حیات) کے ساتھ ملحق اور

اوس کی ہر رنگ نبجاتی ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

گویا عمل صالح اور عدل خداشناسی کا بہت بڑا دنیوی نتیجہ ہے۔ اسی بنا پر حکیم کی نصیحتیں اوس پر ختم ہوئی ہیں تا معلوم ہو کہ اسی عدل و عمل پر انسان کی تکمیل اور اس تکمیل کی بقا ہے۔

باب (۷۶)

اعلیحضرت کیلئے دعا کرنے اور بارگاہ اعلیٰ سے اپنی قلبی وابستگی کے اظہار میں

اعلیحضرت کے لئے دعا اور بارگاہ اعلیٰ سے اپنی قلبی وابستگی کا اظہار

اور اس سب بیان کی غایت ہماری یہ دعا ہے کہ ہمارے حضرت اعلیٰ اور شہزادۂ معلیٰ کے حکومت و شوکت کو خدائے جلّ وعلا عدل و انصاف اور اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کے ساتھ ہمیشہ عالی (یعنی بلند) رکھے اور اپنے کَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا کے جوار اعلیٰ سے اوس کو شرف فرمائے اور مخالفان حضرت کے کلمۂ مخالفت و رذالت کو ہمیشہ اسفل (یعنی پست) رکھے۔ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ کے ساتھ اوس کو اسفل السافلین کے قعر سے اللہ میں پہنچاوے اور چونکہ سلطنت کی خدمت و حمایت بہت بڑا اسلامی فریضہ ہے اور میرے آبا و اجداد اور میرے اسلاف کرام (جو سادات عظام سے گزرے ہیں) اس (فریضہ) کے پابند گزرے ہیں۔ لہٰذا میرے مادۂ تکوین میں (از راہ

ترجمہ - اللہ تعالیٰ کا کلمہ ایمان و اسلام ہی سب سے بلند ہے - (۲) اور کیا کافروں کے کلمۂ کفر کو سب سے نیچا

سیادت نبی) یہ اسلامی فریضہ مسلسل چلا آرہا ہے اور پھر میری پرورشں اور میری نشو ونما بھی اوسی مادہ نسبیہ کی موافق ہوی لہذا دعاگو کے ہر آغاز وانجام اور اس کی ہر ابتدا و انتہا میں یہی فریضہ اوس کے پیش نظر رہا ہے۔

یہاں تک کہ میرے ہر رگ وریشہ میں اوس فریضہ کی پیوستگی ہوگئی ہے بلکہ وہ مثل خون میرے تمام جسم میں دوڑ گیا ہے لہذا وہی میری بہار خزاں کا سرچشمہ ہے یعنے اگر میں نے اپنی ہر نشست وبرخاست اور اپنی ہر حرکت و سکون میں اوس خدمت وحمایت کو پیش نظر رکھا تو وہی میری بہار ہے اور اگر میں نے اوس کو طرفۃ العین میں فراموش کیا تو وہی میری خزاں ہے اور یہ صرف مجھ ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ جس کسی نے اس فریضہ کی حقیقت معلوم کی ہے اور اوس کے طول وعرض اور بلندی وپستی کی سیر کی ہے اور اوس کا بھی یہی حال ہوگا اور جو کوئی اس فریضہ سے غافل وجاہل یا اوس سے مخالفت وبغاوت کی جانب مائل ہے تو اوس کا منتقم خدائے عادل ہے بنا بریں دعاگو اس خدمت وحمایت کو فریضۂ اسلامیہ جان کر کُونُوا قَوَّامِیْنَ لِلّٰہِ شُہَدَآءَ بِالْقِسْطِ[1] کے فرمان واجب الاذعان کی تعمیل وامتثال میں عزم واستقلال کے ساتھ سلطنت علیہ کی خدمت وحمایت پر قائم اور ثابت قدم ہے اور اس ثابت قدمی کے ہمیشہ بحال وقائم رہنے کے لئے بارگاہ ایزدی میں بصد عجز والحاح یہ التجا کرتا ہے کہ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا[2]

---

[1] نہایت استقلال کے ساتھ اللہ تعالی کی فرمانبرداری کے لئے قائم ہو جاؤ درحالیکہ عدل وراستی کے ساتھ شہادت دینے والے بندے ہو۔ [2] اے پروردگار ہمارے مولانا...... سلطان اعلیٰحضرت آصف جاہ سابع نواب میر عثمان علیخاں بہادر کی اطاعت کے لئے اپنے پاس سے ہم پر ثبات واستقلال کا لگاتار فیضان فرما اور ہمارے قدم اونکی حمایت و نصرت پر جما رکھ اور ان کی بادشاہی کے ہر بہا احسانات ونعمتوں کے منکروں اور ناشکروں پر ہم کو غلبہ دے۔

لِاِطَاعَةِ مَوْلَانَا السُّلْطَانِ وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا عَلٰی حِمَایَتِهٖ وَالْاِنْتِصَارِ لَهٗ وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ لِدَعَائِهِ السَّلْطَانِیَةِ وَالْمُجَاهِدِیْنَ لِلْاٰیَۃِ

باب (۷۷)

عقیدہ تمنا خاتمہ کی تمہید میں معیہ بنا تبرک الملوک

اور چونکہ دعاگو کو اس فریضہ (خدمت وحمایت سلطنت) کی نسبت (اوس پیوستگی کی وجہ) سے بہت کچھ اہتمام ہے اور رہا ہے ۔ اور اسی (اہتمام کی) وجہ سے اس (فریضۂ خدمت وحمایت) کی بجاآوری کو صرف اوس کی ظاہری صورتوں میں منحصر نہیں رکھا ہے ۔ بلکہ خدمت وحمایت کے تمام وجوہ وقائع وغوامض پر اوسکی اہتمامی نظر محیط ہے کیونکہ وہ حصر اوسکی اوس پیوستگی اور اوس کے اس اہتمام کے خلاف ۔ اور یہ احاطہ ان دونوں کے مناسب وشایاں ہے لہذا اس کتاب فیض انتساب کے خاتمہ پر بھی اوسی اہتمام کو ملحوظ رکھکر اوس کا خاتمہ تبرکاً تبرک الملوک (مولفہ حضرت امام غزالی قدس سرہ) کی عبارت پر ہدایت اور نثر پر اثر اور مولانا جامی قدس سرہ السامی کے کلام فیض نظام اور نظم پر عظم کرتا ہے تا اون کی برکت اس کتاب مبارک میں نافذ وساری ہو اور وہ (کتاب) اس برکت سے اولاً نصح سلطنت اور ثانیاً ہدایت رعیت میں موثر بلیغ ہو کتاب تبرک الملوک کی عبارت اور مولانا جامی کا کلام (جو اون کی کتاب سبحۃ الابرار سے منقول ہے)

انتظام سلطنت کے لئے ایک بڑے جامع وحاوی قانون اور ایک کافی ووافی
دستور العمل کے قائم مقام ہے حضرت امام غزالی قدس سرہ العالی نے
حمد و نعت کے بعد اپنی کتاب تبر المسبوک کا آغاز یوں فرمایا ہے کہ یا ل[۱]
اے بادشاہ اسلام کہ خداوند عز وجل را بر تو نعمتہاے بسیار است و شکر آں بر تو
واجب است و ہر کہ شکر خداوند عز وجل را نکند نعمت او را ز وال آید و تشویر و خجلت
و تقصیر در روز قیامت بماند و ہر نعمت کہ بمرگ تمام شود آں نعمت پیش خردمندان
قدرے ندارد و قدر نعمتے را بود کہ باقی و جاودانہ بود و آں نعمت ایمان است کہ
تخم سعادت جاودانیست و ایزد سبحانہ وتعالیٰ بادشاہ را ایں نعمت دادہ است
و تخم ایمان دراں سینہ پاک و دل عزیز نہادہ و پروردن آں تخم بتو باز گذاشتہ
است و گفتہ است کہ ایں تخم را آب طاعت بہ پرور تا چوں درختے شود کہ
بیخ آں بقعر زمین رسد و شاخ آں بمیان آسمان چنانکہ فرمودہ است۔
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا   اللہ تعالیٰ کی اس تمثیل کو معلوم کیجیے کہ کلمہ طیبہ کی مثال
كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ   اس پاکیزہ درخت کی ہی کہ جس کی جڑ زمین میں نہایت
اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاۗءِ   مضبوط اور جمی ہوی اور اوسکی ڈالیاں بہت اونچی آسمان میں ہوں

نعمت ایمان اعلیٰ و افضل نعمت ہے

---

[۱] چونکہ خدائے تعالیٰ کی غیر متناہی نعمتوں میں سے انسان کی تمام اصناف کے لئے نعمت ایمان سے
بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہوسکتی اور بادشاہ کے حق میں (اون کے مرجع عام ہونے کی وجہ سے) تو نعمت
ایمان اوروں سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے لہذا امام نے اسی ضرورت و اہمیت کے لحاظ سے
اپنی کتاب مستطاب کا آغاز اسی نعمت ایمان سے فرمایا۔ اور بادشاہ کو مخاطب کرکے سب سے
پہلے اون کے حق میں یہ نعمت جتائی اور اس عبارت میں کہ (تخم ایمان دراں سینہ پاک و دل
عزیز نہادہ) ظاہر فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے ایمان کی تفصیل و وسعت کے اصل و اجمال کو (جس کی
تعبیر لفظ تخم سے کی ہے) بادشاہ کے سینہ پاک و دل عزیز میں رکھ کر بادشاہ کو حکم دیا کہ طاعت الٰہی سے

ودرخت ایمان چوں بیخ وشاخ آں تمام نشدہ باشد بود کہ باد مرگ درآید ونیز
بارسیں وبیفگند والعیاذ باللہ بے ایمان پیش خداوند تعالیٰ شود

باب (۸۷)

اوس شاہی عبادت وعمل میں جس سے درخت ایمان کی پرورش ہوتی ہے

وبداں اے بادشاہ کہ ایں درخت را دہ بیخ است ودہ شاخ وبیخ آں
اعتقاد دل است وشاخ آں کردارہائے تن وایں واعی چوں قبول واقبالے از

(بقیہ حاشیہ) اس اصل واجمال کو بسیط ووسیع کریں۔ اور اس اصل واجمال کو (جو مثل تخم بوئیدہ مخفی ہے
دمثل درخت اور مثل اوس کی شاخوں کے اندرون زمین کی اخفا سے بسط ووسعت کے ظہور کی جانب
لائیں اور یہاں تک اوس کے استحکام اور اوس کی وسعت ورفعت میں کوشش واہتمام فرمائیں کہ
جس سے اوس درخت ایمان کی جڑ تعزیت میں اور اوس کی شاخیں آسمان پر پھیل جائیں اور تمام
رعایا اوس درخت مبارک کے عالمگیر سایہ اور اوس کے پھل اور پھول وغیرہ سے محفوظ وبہرہ ور رہیں گویا
بادشاہ کا یہ ایمانی درخت دنیا میں اپنی وسعت سے ہر ایک فردیت کو اوسی طرح محفوظ وبہرہ ور
رکھے جس طرح عقبےٰ میں درخت طوبیٰ اپنی وسعت بے نہایت سے اہل بہشت کی ہر ہر فرد کو محظوظ و
مسرور رکھے گا۔ اس تقریر سے ایمان شاہی کی عام نفع رسانی کا اور تمام اشخاص وایمان کے اصناف
کے ایمان میں ایمان شاہی کی اہمیت وضرورت کا پتہ چل جاتا ہے۔

سلہ روزانہ عمل یعنے نماز پنجگانہ کے علاوہ یہ (یعنی معروفیت جمعہ) ایک ہفتہ واری خاص عمل کی
ہدایت ہے کہ جس (خاص عمل) سے درخت ایمان کی پرورش میں بہت بڑی تائید ملتی ہے اس لئے
فرایض کے علاوہ نوافل ازروئے حدیث قدسی دربار آلہی کے سبب تقرب ہوتے ہیں اور بعد فرائض
پنجگانہ بادشاہ کا بہت بڑا فریضہ انتظام ملک کی معروفیت ہے لہذا اون کو بجز یوم جمعہ کے اور
دنوں میں اس فریضہ شاہی سے فرصت نہیں ملتی اس بنا پر روز جمعہ اون کو نوافل میں مشغول ہونے
کی ہدایت فرمائی تا وہ اون کے حق میں باذن اللہ دربار آلہی کے تقرب کا قوی سبب اور درخت ایمان

از مجلس اعلی یافت ایں دو بیخ و دہ شاخ را تفصیل داد تا ملک اسلام بہ پروردن ایں مشغول شود وایں (یعنی پروردن درخت ایمان) بداں راست آید کہ از یکہفتہ یک روز در کار آخرت کنی و بخداوند خویش مشغول شوی وآں روز آدینہ است کہ عید مسلمانان است الخ شب آدینہ۔ نیت روزہ کن واگر پنجشنبہ باآں یار کنی اولی تر روز آدینہ بامداد برخیز پیش از صبح وغسل کن وجامۂ پاک درپوش کہ سہ صفت در وبود حلال و نمازی بود و ابریشم نباشد۔ بتابستان دق مصری وقصب وتوزی وبزمستان خزوبیہ وصوف رومی وہر جامہ کہ بدیں صفت بنود پسندیدۂ حق سبحانہ وتعالی نباشد نماز بامداد بجماعت کن وتا آفتاب برآمدن سخن مگوے ورو از قبلہ مگردان وتسبیح در دست گیر وہزار بار بگوے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وچوں آفتاب برآید کسے را بگو تا ایں کتاب

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) کی پرورش کا زبردست سامان ہو امام نے اپنی اس ہدایت میں کہ دو ایں بداں راست اید کہ از یک ہفتہ یک روز در کار آخرت کنی) اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

لہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بادشاہ کو ناصحانہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ہر جمعہ اپنی کتاب تبر الملوک کو (جو بادشاہ کے لیے امام کا ایک مجموعہ نصیحت ہے) پڑھوا کر سنا کریں تا نفس میں اس کا اثر تازہ رہے اور کہنہ نہ ہونے پائے۔ چونکہ دعاگو بھی اس دولت ابد مدت کا جان نثار مخلص ہے لہذا امام کے اتباع سے پیشگاہ اعلی میں نہایت خلوص وعقیدت مندی کے ساتھ اس کی یہ مخلصانہ عرض ہے کہ کیا خوب ہوگا جو حضرت اعلی بھی اسی طرح کتاب موصوف کو پڑھوا کر سنا کریں اور کم از کم کتاب موصوف کے اس انتخاب کو (پڑھوا کر سننے میں) اس اصل کتاب کے قایم مقام بنائیں۔ اگر خود کتاب موصوف کو پڑھوا کر اس کی سماعت فرمانی مرکوز خاطر اقدس ہو تو کتب خانہ آصفیہ میں اس کتاب مستطاب کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب کے اور متعدد نسخوں کے بہم درست کرنے کا حکم صادر فرمایا جائے جب متعدد نسخے بہم دست ہو جائیں تو باہم ایک دوسرے کے مقابلے سے اس کتاب مستطاب کی تصحیح کا حکم فرمایا جائے تا وہ کتاب بالکل اپنی اصلیت تالیف پر مصحح ہو جائے اس کے بعد ہر جمعہ کو اس کی سماعت جاری رہے حضرت اعلی کے ضمیر انور پر مخفی نہیں ہے کہ بزرگوں کے ناصحانہ کلام پر اثر تاثیر و برکات ہوتے ہیں۔ خدائے تعالی نے قلوب پر ان کو حکومت اور برکات پر ان کو قبضہ دے رکھا ہے جب آدمی کو انکے اور انکے کلام کے ساتھ خلوص وعقیدت ہو تو باذن اللہ ان کا کلام قلوب کو پھیر دیتا ہے اور برکات کی کشش فرماتا اور اسباب کو مہیا کر دیتا ہے ؎

برتو خواند علی الدوام تا پایدار بماند چوں کتاب برخوانند چہار رکعت نماز تسبیح بکن بوقت چاشتگاہ کہ ایں نماز عظیم است خاص روز آدینہ الخ

و دریں روز بسیار صدقہ دہ وایں روز[1] انہ ہفتہ در کار خداوند تعالیٰ با آخر رساں تا خداوند تعالیٰ باقی ہفتہ را در کار تو کند۔

باب (۷۹)

درخت ایمان کی بیخ و شاخ کی تفصیل و تعداد میں

آغاز اصول اعتقاد کہ بیخ ایمان است۔

بداں اے ملک کہ تو آفریدہ شدہ و ترا آفریدگارے است کہ آفریدگار ہمہ عالم است

اصل دوم۔ پاکی حق سبحانہ و تعالیٰ بداں کہ وے را ہیچ صورت و ہیچ قالب نیست الخ

[1] چونکہ جمعہ عام تعطیل کا دن ہے اور اس روز تعطیل عام کی وجہ بھی یہی ہے کہ تمام اہل اسلام اس روز صبح سے نماز جمعہ کے تہیہ میں مشغول ہوں بلکہ نماز فجر کو جو جائیں تو پھر نماز جمعہ پڑھکر ہی مسجد سے گھروں کو واپس ہوں اور نماز فجر کے فراغ سے لیکر ادائے نماز جمعہ تک نوافل و اذکار میں مصروف رہیں لہذا حضرت سلطان بہ نسبت عام مسلمانوں کے اس روز کی مصروفیت سے زیادہ حصہ لیں گے گویا اپنی تمام رعایائے اہل اسلام کی جانب سے اس روز وہ شہنشاہ حقیقی تعالیٰ شانہ کے دربار میں حاضر ہوکر ان (سب رعایا) کے لئے خواہان خیر ہوں گے اور وہاں سے اپنی اور اپنی تمام رعایا کی کارسازی لے کر مراجعت فرمائیں گے اور دوسرے جمعہ تک بہ فراغ خاطر اپنی رعایا کو اس کارسازی شہنشاہی سے خوش و خرم رکھیں گے اور پھر دوسرے جمعہ کو حاضر دربار آلٰہی ہوں گے اور مثل سابق ہفتہ آیندہ کی کارسازی اسی دربار اقدس سے حاصل فرمائیں گے اور اسی طرح ہمیشہ اس ایک روز کی حاضری سے اس دربار اقدس کی دوامی کارسازی کو حاصل فرماتے رہیں گے۔ حضرت امام غزالی کی اس ہدایت مبارک میں کہ (ایں روزانہ ہفتہ در کار خداوند تعالیٰ با آخر رساں تا خداوند تعالیٰ باقی ہفتہ را در کار تو کند) اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے

اعتقادات کے سوا اصول جو درخت ایمان کی جڑ ہیں۔ ہر جمعہ کی نماز عبادات کا نمونہ

اصل سوم - قدرت وَیست قادراست وتوانا الخ

اصل چہارم - علم وَیست الخ

اصل پنجم - خواست ویست - ہرچہ درعالم است ہمہ بارادت وخواست وَیست الخ

اصل ششم بینائی وشنوائی ویست الخ

اصل ہفتم - فرمان ویست فرمان وَے برہمہ خلق رواں وواجب است الخ

اصل ہشتم - افعال وکردار ویست ہرچہ درعالم است آفریدہ ویست الخ

اصل نہم - آخرت است عالم کہ آفرید از دو نوع وآفرید جان وکالبد - وکالبد را منزل گاہ جان آدمیاں ساخت تا زاد آخرت ازیں عالم برگیرند الخ

اصل دہم - ذکر مطابعت رسول علیہ الصلوٰۃ والسّلام

حق سبحانہ تعالیٰ تقدیر کردہ بود کہ کردار آدمی بعضے بہ سبب سعادت وبعضے بہ سبب شقاوت گردد وآدمی آں را از خویشتن نتواند شناخت پس بہ فضل ورحمت خویش فرشتگان را بیافرید وبفرستاد باکسانیکہ درازل بہ سعادت ایشاں حکم کردہ بود وآں پیغمبراں بودند پس فرستاد ایشاں را بخلق تا راہ سعادت وشقاوت بر ایشاں آشکارا کنند تا ہیچکس را بر خدا تعالیٰ حجت نماند وآخر ہمہ رسول ما را علیہ الصلوٰۃ والسلام بخلق فرستاد ونبوت وَے بدرجہ کمال رسانید وبدیں سبب وَے را خاتم انبیا کرد ویاران واصحاب وَے را بہترین اصحاب پیغمبراں گردانید الخ

آغاز شاخہائے درخت ایمان -

بداں یا ملک کہ ہرچہ در دل باشد از دانش واعتقاد بیخ ایمان است -

وہرچہ بر ہفت اندام باشد از طاعت وعدل شاخ ایمان است وچوں شاخ پژمردہ باشد دلیل آں بود کہ بیخ ضعیف بود وبوقت مرگ پایدار نباشد وبیفتد کہ کردار تن عنواں ایمان

درخت ایمان کی دس شاخ
جو اصول اعتقادیہ کی فروع ہیں۔

دلست و کردارتیں آنست کہ از ہر چہ حرام است دور باشی و ہر چہ فریضہ است بجا آری
و ایں دو قسم است۔

یکے میان تست و حق عزوعلی چوں نماز و روزہ و دور بودن از حرام خوردن و حرام کردن
و دیگر میاں تو و خلق است و ایں عدل است میاں رعیت و دست باز داشتن از ظلم الخ
و بدانکہ انچہ میان تو و حق سبحانہ و تعالیٰ است عفو بداں نزدیکتر باشد و انچہ بمظالم بندگان
سبحانہ تعالیٰ باز گردد و تعلق بدیشاں دارد در قیامت ہیچ حال فرو نگذارند و ایں خطریست
عظیم و ایں خطر نرہد ہیچ سلطانے الا آنکہ عدل کند۔

باب (۸۰)

اصول عدل کے بیان میں

و چوں چنیں است ہم تر آنست کہ اصل عدل پیدا کنم تا بداند کہ در قیامت عدل
و انصاف از وے چوں در خواہند۔

و اصول عدل و انصاف بر رعیت دہ است

اصل اول آن است کہ قدر حق ولایت بداند و خطر آن نیز بداند الخ

عدل کے دس اصول

اس ارشاد میں امام نے بادشاہ کے فریضہ خاص یعنی عدل کا اور بادشاہ کے لیے اس فریضہ کے اہم و اشد ضروری ہونے کا بیان فرمایا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے روزانہ فرائض ادا کرنے کے بعد حضرت سلطان کے لیے اس فریضۂ خاص سے بڑھ کر کوئی فریضہ نہیں ہے اور چونکہ بیخ ایمان یعنی اصول ایمانیہ میں تخصیص و ترجیح نہیں ہو سکتی بلکہ وہ اصول ایمانیہ سب کے حق میں یکساں ہیں لہٰذا اس بیخ ایمان کو امام نے بلا خصوصیت بیان فرمایا اور شاخ ایمان یعنی اعمال ایمانیہ میں تخصیص و ترجیح ہے یعنی عام ایمانی اعمال کے علاوہ بادشاہ اسلام کے لیے ایک خاص ایمانی عمل ہے اور وہ عدل ہے جس کا تعلق خاص بادشاہ سے ہے لہٰذا امام نے عام اعمال ایمانیہ میں سے یہاں بادشاہ اسلام کے خاص اس ایمانی عمل (یعنی عدل) کو بخصوصیت اور بعد ادائے

(حضرت امام غزالی رح نے اس اصل اول کو طوالت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے مگر دعاگو نے اسی پر اکتفا کیا۔

اصل دوم آنست کہ ہمیشہ تشنہ باشد بدیدار علمائے دیندار و حریص بود بر شنیدن پند ایشان و حذر کند از دیدار علمائے حریص بہ دنیا کہ وے را زبان دارد الخ

شقیق بلخی رح در پیش ہارون الرشید رفت ہارون الرشید گفت توئی شقیق زاہد گفت شقیق منم ولے زاہد نے گفت مرا پند دہ۔ گفت خدا تعالیٰ ترا بجائے صدیق رض نشاندہ است از تو صدق در خواہد چنانکہ از وے و بجائے فاروق رض نشاندہ است از تو فرق در خواہد میان حق و باطل چنانکہ از وے۔ و بجائے ذوالنورین نشاندہ است۔ از تو شرم و کرم در خواہد چنانچہ از وے و بجائے علی نشاندہ است از تو علم و عدل در خواہد چنانکہ از وے الخ

(اس دوسرے اصل کو بھی امام نے کچھ تھوڑی سی طوالت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے)

اصل سوم انکہ بمک بداں قناعت نکند کہ خود ظلم روا ندارد ولیکن غلامان و چاکران و نائبان و گماشتگان خود را از جبر کند و بہ ظلم ایشان رضا ندہد کہ وے را از حاشیہ بپرسند چنانکہ از ظلم وے الخ

اصل چہارم غالب بروالی تکبر میباشد و از تکبر خشم غالب شود و ویرا بہ انتقام دعوت کند و خشم غول عقل است و علاج آں در کتاب غضب از کتاب احیاء در ربع مہلکات یاد کردیم لہٰذا چوں خشم غالب شد باید کہ جہد کند تا در ہمہ کارہا میل بجانب عفو کند و کرم و بردباری پیشہ گیرد تا مشابہ انبیاء و اولیاء بود و مانند ددگان نباشد (اس چوتھے بیان کو بھی امام نے تھوڑی سی طوالت دی ہے۔

اصل پنجم آنکہ در ہر واقعہ کہ پیش آید تقدیر کند کہ وے رعیت و دیگرے والی است

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) ذکر فرمایا جو تمام بادشاہان اسلام کے لیے ایک عمدہ اصولی دستور العمل ہے۔

وہرچہ خود را نہ پسند دبدیگرے روا ندارد و اگر روا دارد غش و خیانت کردہ باشد در ولایت
باخداوند ولایت وخداوند ولایت حق سبحانہ وتعالیٰ است

اصل ششم - آنکہ انتظار و طلب ارباب حاجات بر درگاہ حقیر شناسد و ازاں خطر حذر کند
و تا مسلماناں را حاجتے بود ہیچ عبادت از نوافل مشغول نشود کہ حاجات مسلماناں گذاردن
از ہمہ نوافل فاضلتر است الخ

اصل ہفتم آنکہ خویش را عادت نکند کہ بشہوات مشغول شود بدانکہ جامۂ نیکوتر پوشد و طعام
خوشتر خورد بلکہ در ہمہ چیز ہا قناعت کند کہ بے قناعت عدل ممکن نشود الخ

اصل ہشتم آنکہ عمل کند برفق با مرداں تا با وے در روز قیامت رفق کنند الخ

اصل نہم - آنکہ جد و جہد کند تا ہمہ رعیت وے خوشنود شوند و با موافقت شرع بدیشاں
زندگانی کند الخ

اصل دہم - آنکہ رضائے ہیچکس طلب نکند بر خلاف شرع الخ

باب (۸)

اُن دو چشموں کے بیان میں جن سے درخت ایمان کی آب رسانی ہوتی ہے

پیدا کردن دو چشمہ کہ آبخور شجرۂ ایمان است

چون بیخہا و شاخہائے ایمان معلوم شد بدانکہ اینجا دو چشمہ دانش است کہ ایں درخت آب ازوے کند

امام نے اپنی کتاب مستطاب میں جو ترتیب ملحوظ رکھی ہے وہ نہایت عاقلانہ اور حکیمانہ ترتیب ہے۔ تخم ایمان اور اس تخم کے مزرع خاص (یعنی باطن شاہی) سے (جو مزارع عام کی تقویت بخش ہے) اس ترتیب کو شروع فرمایا اور تخم کے بعد بیخ یعنے جڑ کے ظہور کا اور اس کے بعد درخت اور اس کی شاخوں کے ظہور کا درجہ ہے لہذا اسی ترتیب سے تخم ایمان اور اس تخم کے مزرع خاص کے بعد بیخ ایمان کا اور پھر اس کے بعد درخت ایمان کی شاخوں کا ذکر فرمایا

ان چشموں کے بیان میں جن سے درخت ایمان کی آب رسانی ہوتی ہے

چشمۂ اول شناخت دنیا است کہ وے خود چیست و آدمی بدنیا برائے چیست [illegible] آفریدہ
اے بادشاہ بدانکہ دنیا منزل گاہ است نہ قرارگاہ (اس بیان کو امام نے بہت طوالت
دی ہے لہذا دعاگو نے بنظر اختصار اتنے پر ہی اکتفا کی) چشمۂ دوم در شناختن نفس آخرین
بدانکہ آدمیاں دو گروہ اند۔ گروہے دنیا طلب اند و از نفس بازپسین نیندیشند و گروہے کہ عاقل
باشند ہمیشہ نفس بازپسین پیش چشم دارند تا چگونہ خواہند بود و ایمان بسلامت چوں [illegible]
چیز با ایشاں بگور خواہد شد الخ (اس بیان کو بھی امام نے مثل بیان اول بہت طوالت دی)
وہر کہ دنیا را چنانکہ گفتیم کہ (او منزل گاہ است نہ قرارگاہ بہماں طور) بدانست و نفس بازپسین بر
دل خود تازہ داشت کار دنیا بروے آسان شد و درخت ایمان را بیخ قوی کرد و شاخہا از روے
ظاہر شدن گیرد و ایمان بسلامت بود بنزد حق سبحانہ وتعالیٰ انشاء اللہ۔ خداوند جل و قدرہ
ملک اسلام را چشم روشن [illegible] را چنانکہ ہست بداند و ببیند و رنج در کار آخرت بر دو خلق
را نیکو دارد۔ و ہزاران ہزار خلق رعیت وے اند اگر با ایشاں عدل کند ہمہ شفیع وے باشند روز
قیامت و ایمن باشد از عذاب و عقوبت و اگر با ایشاں ظلم کند ہمہ خصم وے باشند و کسے را کہ چندیں
خصم باشد کار وے عظیم با خطر بود۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) اسی فروع خاص کی مناسبت کو ملحوظ رکھ کر بیان درخت ایمان کی شاخوں میں اس درخت کے عام
شاخوں کے علاوہ اس کی مخصوص ضمیں (یعنی اصول عدل) لکھیں جن کو خدائے تعالیٰ نے ان عام شاخوں کی سرسبزی کیلیے
معین فرمایا ہے اب یہ تو درخت کا ظاہری آغاز اور ظاہری سلسلہ ہے جس کا مشاہدہ آنکھوں سے ہو سکتا ہے لہذا اس کے چشم دید
اور ظاہر ہونے کی وجہ سے اس کا بیان پہلے ہوا اب رہی وہ چیز جس سے اس درخت کا قیام اور اس کی بقا ہے تو وہ چیز
مثل روح مخفی ہے لہذا پہلے وجود کو قایم کر کے پھر اس عبارت میں کہ (اینجا دو چشمۂ دانش است الخ) اس کے قیام و بقا کے
سامان کا ذکر فرمایا اب درخت ایمان مع اس کے سامان بقا و ترقی کے قایم ہوچکا اور بادشاہ عالیجاہ نے رعایا کی ایک
بے شمار تعداد کو اس درخت وسیع و رفیع سے متعلق کرلیا اور اس کے سایہ میں ان کو مامون و محفوظ فرمادیا۔ گویا اب مقصد
کی تکمیل ہوچکی اور آیندہ اس (تکمیل مقصد) کے بعد جو کچھ ہوگا وہ اس مقصد کا تابع اور اسی کے ساتھ ملحق ہوگا۔

باب (۸۲)

بادشاہوں کے عدل و سیرت میں اور رعایا پر انکی اطاعت لازم ہونے میں

بادشاہوں کی عدل و سیرت کا بیان

پیدا کردن عدل و سیرت بادشاہان

بدانکہ حق سبحانہ وتعالیٰ از بنی آدم دو گروہ را برگزیدہ وآں دو گروہ را بر دیگراں فضل نہادیکے پیغامبراں علیہم السلام و دیگر بادشاہاں را اما پیغامبراں را علیہم السلام بفرستاد بر بندگان خویش تا ایشاں را بوے راہ نمایند و بادشاہان را بعث کرد تا ایشاں را از یکدیگر نگاہ دارند و مصلحت زندگانی خلایق بدیشان حوالت کرد وایشاں را محلے بزرگ نہاد چنانچہ مر دیست السُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ۔ سلطان سایہ ہدایت خدااست عزوجل بر زمیں یعنی بزرگتر گماشتہ خدا است۔ بر خلق خویش پس بباید دانست کہ اوراں بادشاہی فرا تر دیست وازیں روے اطاعت ایشاں میباید داشتن و ایشاں را دوست میباید داشتن ومتابع باید و بایشان منازعت نشاید کرد و دشمن نمی باید داشت کہ خداے تعالیٰ گفت اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ تفسیر ایں آیت آنست کہ مطیع باشد خداے را وانبیا را وامیراں خویش را پس ہرکرا خداے تعالیٰ دین دادہ باشد بادشاہاں را دوستدار ومطیع باشد۔

(امام غزالی رح کی اس تقریر سے (جس کا آغاز بدانکہ حق سبحانہ وتعالیٰ سے ہوکر بادشاہاں را دوستدار ومطیع باشد پر ختم ہوا ہے) بادشاہوں کی غایت عظمت اور اس کے لزوم اطاعت کا جو اظہار ہوتا ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ بنی آدم کی تقسیم و تفریق میں ان کو حضرت انبیا علیہم السلام کے پہلو میں جگہ ملی ہے اور بنی آدم کی منتخبہ گروہ کی دوسری قسم وہی ٹھیرے ہیں جنکے ساتھ تیسری قسم نہیں ہے گویا انبیا علیہم السلام کے بعد بنی آدم کا اصل وخلاصہ اور ان کا مغز ولب لباب بادشاہوں کی ہی قسم ہے ان کی اسی عظمت کی وجہ سے امام نے اپنے اس قول میں کہ (پس ہرکرا خداے تعالیٰ دین دادہ باشد بادشاہاں را دوستدار ومطیع باشد) دینی فطرت کو بادشاہوں کی اطاعت کا مبدا ٹھیرایا ہے اس بنا پر دین خالص اطاعت شاہی کا داعی ٹھیرتا ہے۔

وبدانکہ بادشاہی خدایتعالیٰ میدہد وآں راوہد کہ خواہد

قولہ قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ گفت بگو خدائے تعالیٰ بادشاہ بادشاہان است بادشاہی اورا دہد کہ خود خواہد یکے را عزیز کند بفضل ویکے را ذلیل کند بعدل۔

باب (۴۸)

بادشاہ کی صفت میں اور ان سے دنیا کی آبادی میں

وسلطان بحقیقت آنست کہ عدل کند میان بندگان وے وجور و فساد نکند سلطان جابر شوم است بقا نبودش زیرا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام گفت اَلْمُلْکُ یَبْقٰی مَعَ الْکُفْرِ وَلَا یَبْقٰی مَعَ الظُّلْمِ و در تاریخہا چنین است کہ نزدیک چہار ہزار سال ایں عالم مغاں داشتند مملکت در خاندان ایشاں بود وبداں ماندند کہ درمیان رعیت عدل کردند و در کیش خویش جور وستم روا نداشتند وجہاں بداد وعدل آباداں کردند الخ

حضرت امام غزالی رح نے آیت کریمہ قل اللہم سے لیکر چنانکہ بوقت ضحاک و افراسیاب و مانند ایشاں تک جو مضمون لکھا ہے اس سے ان کو یہی منظور ہے کہ بادشاہ کو سلطنت کے سنبھالنے کا راستہ بتائیں اور اس کے زوال و بقا اور ترقی و تنزل کے سبب کا ایک جامع اور اصولی اشارہ فرمائیں اور اس کے فروعات وجزئیات کو فراست شاہی پر محول کردیں اس دعاگوئے مخلص کو بھی اپنے بادشاہ اسلام سے بنہایت تمنا یہ عرض ہے کہ اس مقام کو بغور ملاحظہ فرمائیں جیسا امام غزالی نے نصیحت خالصہ سے اپنے بادشاہ کے حقوق ادا فرمائے تھے اسکی طرح یہ دعاگوئے مخلص بھی بغیر مخلصانہ عرض کیے رہ نہیں سکتا کیونکہ اولاً بوجہ اتحاد اسلامی اس پر حضرت اعلےٰ کا حق عام ہے اور ثانیاً حضرت اعلیٰ کی رعیت اور ثالثاً عموم رعیت میں اس کی خصوصیت و امتیاز اور رابعاً حضرت اعلےٰ کے حقوق نعمت غرض ان تینوں وجوہ سے اس پر حضرت اعلےٰ کے حقوق خالص بلکہ خاص الخاص قایم و لازم ہیں جن کی وجہ سے کبھی وہ مخلصانہ معروضات سے باز نہیں رہ سکتا۔

سلطنت کے زوال و بقا اور ترقی و تنزل کے اسباب

پس بباید دانست کہ آبادانی و ویرانی جہاں از پادشاہان است اگر پادشاہ عادل بود جہاں
آباداں شود و رعیت امین باشند چنانکہ بوقت آفریدوں دارد و شیر و بہرام گور و کسریٰ و آں
ملوک کہ مانند ایشاں بودند۔ و چوں بادشاہ ستمگار بود جہاں ویران شود چنانکہ بوقت ضحاک
و افراسیاب و مانند ایشاں بدانکہ یادگار مردم سخن است ہرچہ نیستند او را بداں نسبت کنند۔
پس واجب است بر مردم کہ تخم نیکی کارند و از بدی و عیوب و شبہات دور باشند۔ خاصہ ملوک
راکہ از عقب ایشاں نام نیک بماند و بہ بدی یاد نکنند الخ

اما خداوند سبحانہ و تعالیٰ پیغامبر فرستاد تا بہ برکت او دار کفر دار اسلام گشت و او را بہ نیکو ترین روئے
بیروں آورد و جہاں را بعدل و داد آباداں کرد و ملک آں زماں نوشیروان بود و نوشیروان
و آں ملوک کہ پیش از وے بودند بعدل و داد و سیاست آراستہ بودند۔

و آنہمہ بہ برکت رسول ما بود صلی اللہ علیہ وسلم کہ بروزگار او فزاد الخ و نوشیروان
جہاں را آباداں داشت چنانکہ بحکایت آمدہ است کہ نوشیروان در ایام ملوکی جائے
خویشتن را بیمار ساخت و امیناں را بفرمود تا گرد مملکت او برآمدند و از ویرانہا خشتے کہنہ
طلب کردند تا بیماری او را علاج کنند امیناں ہمہ مملکت و برگشتند و باز آمدند کہ در ہمہ
مملکت جائے نیافتیم کہ ویراں باشد و نہ خشت کہنہ نوشیروان دعا کرد و شکر گزارد
و گفت کہ من آں را آزمایش میکردم تا بدانم کہ در مملکت من جائے ویراں ہست
اکنوں کہ نیست پادشاہی من تمام شد۔

جب حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کا یہ اثر ہو کہ محض نوشیروان کے زمانے میں آپ کے
تولد ہونے کی برکت سے نوشیروان کو صفایت عدل نصیب ہوا اور حالانکہ وہ مسلمان نہ تھا بلکہ مجوسی المذہب
تھا تو آپ کے بادشاہان امت کے حق میں آپ کا وجود فیض آمود (جو خاص انکی ہدایت و ارشاد کے لیے ہے)
کس قدر فیض بخش ہوگا بادشاہان اسلام کو اس پر فخر کرنا چاہیے اور عدل کو اپنا مخصوص و مستثنیٰ حصہ جان کر اس میں
مسابقت (یعنی عدل میں سب سے بڑھے ہوئے رہنے کی کوشش کرنی چاہیے)

باب (۸۴)

ظلم کے اقسام اور بادشاہوں کیلئے دینی اہتمام کی ضرورت ہیں اور رعایا کی سیرت سیرت بادشاہی کی تابع ہوتی ہیں

و رعیت بادشاہ جابر را دوست ندارند و ہمیشہ بروے دعاے بد کنند تا خداوند تعالیٰ ایشان را برخورداری دہد و زود ہلاک شوند و بدانکہ ستم بر دو گونہ است۔ یکے ستم سلطان بر رعیت یا ستم قوی بر ضعیف یا ستم توانگر بر درویش و ستم دیگر آن است کہ بر تن خویش کنی و آں شومی معصیت است۔ تو بر تن خویش ستم و معصیت مکن تا خداوند تعالیٰ از تو ستم باز دارد الخ و نیکوترین چیزے کہ پادشاہان را بباید دین درست است کہ بادشاہی با دین چون برادر است و چناں باید کہ با تیمار بود در کار دین و با جہد بود در گذاردن فرائض بوقت خویش و از ہوا و بدعت دور بود الخ

و اگر [illegible] ولایت او کسے متہم است اندر دین طلب دارد و بفرماید تا نفی کند و اگر نہ عقوبت [illegible] یا از ولایت بیروں کند تا مملکت پاکیزہ کردہ باشد از اہل ہوا و بدعت و اسلام [illegible] کردہ باشد الخ

بدانکہ عفت ملک [illegible] ملک است و ملک باید کہ پارسائی و عفت رعیت از اندک و بسیار نظر کند و بہ بد کردن ایشان ہمداستان نباشد الخ

محمد بن علی بن الفضل گفت کہ از محمد بن جریر الطبری شنیدم کہ گفت من ندانستم

کار خلق باکار سلطان پیوستہ است تا دیدم بروزگار ولید بن عبد الملک کہ ہمت مردان بناء باغ و سرائے وایوان بود و بوقت سلیمان بن عبد الملک ہمت مردان خوش خوردن و پوشیدن بود و یکدیگر را گفتندے تو چہ خوردی و چہ دوختہ و بوقت عمر بن عبد العزیز ہمت مردان ہمہ عبادت کردن بود و قرآن خواندن و صدقہ دادن و کارہائے خیر کردن تا بدانی کہ در ہر روزگارے مرداں آں کنند کہ سلطان ایشاں کنند۔

باب ۸۵

خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ اور ان کے خزانہ دار سرکاری کی حیرت انگیز سیرت و بیدار مغزی میں اور کمال عدل کے بیان میں

اما سلاطین اسلام پس می شنوی و سیرت ایشاں می خوانی از کتاب ہائے عدل و نیکو سیرتے ایشاں چنانکہ تا قیامت بزبان خلق میرود از داد امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ اندر عدل و سیاست الخ　و باخبار عمر بن عبد العزیز نظر کن کہ کسے را از بنی مروان و بنی امیہ آں مخمدت نیست کہ او راہست کہ کسے کس از ایشاں را دعا و ثنا نکند مگر او را کہ عادل بود و پاک دین و نیکو سیرت و با رحمت الخ حکایت آوردہ اند کہ عمر عبد العزیز را غلامے بود

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے اسلام کو اپنی بادشاہی سے اپنی شوکت و زینت اور اپنی آرایش و پیرایش منظور نہ تھی بلکہ اس بادشاہی سے انھیں مسلمانوں کی اصلاح و نگرانی منظور تھی اور اپنے کو وہ مسلمانوں کا کارگذار سمجھتے تھے اور وہ سرکاری خزانہ سے جو کچھ اپنے اور اپنے متعلقین کی کفایت کے موافق وہ لیا کرتے تھے اس کو وہ محض اپنی اس کارگزاری کا عوض سمجھ کر لیا کرتے تھے اور اپنے کو وہ اس عوض مشاہرہ کا مستحق جبھی جانتے تھے کہ جب وہ مسلمانوں کی کارگزاری اس کی مدت معینہ تک کر چکے ہوں اور ان کو اپنی اور اپنی اہل و عیال کی خورد و نوش کی ضرورت پر بھی گوارا نہ تھا کہ وہ خزانہ سے اپنا مشاہرہ پیشگی لے لیں۔ اس پابندی سے انھوں نے حکومت کی اور نام نیک چھوڑ گئے

کہ بیت المال والنفقہ عمر را سہ دختر بود روز عرفہ دختران بہ نزدیک عمر آمدند و گفتند فردا عید است زناں و دختران رعیت ما را سرزنش خواہند کرد کہ دختران امیر المومنین اید کم از آنکہ جامہ سفید پوشید و بگریستند۔ عمر را دل بدرد کرد۔ امیر المومنین با غلام خازن گفت کہ مشاہرہ ایکماہ من بجامہ دختران دہ۔ غلام خازن گفت کہ یا امیر المومنین تو مشاہرہ یکماہہ از مسلمانان ستانی نخست نگاہ کن کہ یکماہہ زندگانی داری یا نے عمر فرو ماند و گفت بارک اللہ لے غلام نیک گفتی پس دختران را گفت آرزو فرو خورید کہ ہیچ مسلمان بہشت نہ بیند تا آرزو فرو نخورد لاجرم چوں امیران ہمچنیں بودند حواشی ایشان نیز بدیں صفت بودند و عمال تمامی آں بلاد کہ در داوری میان مجہول و محتشم صاحب جاہ معروف فرق نگذارند و بر ہر دو بیک چشم نگرند الخ و ہر گاہ ضعیفے را بر سلطانے دعوئی بودہ باشد سزاوار آن است کہ از صدر مملکت خود برخاستہ بحکم حق تعالیٰ عمل نماید و بہ انصاف گرائیدہ او را راضی سازد و ستم نکند و بسخن حق تعالیٰ عمل کند اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ و حقیقت ایں یعنی ایں آیت آنکہ اگر کسے را حق بود بر سلطان انصاف از نفس خود بدہد و اگر ملک را حق بود بر دیگرے باشد مسامحت نماید یا منت بنہد برو بدان ہمچنیں عمال و نقاب خویش را بفرماید تا ہم بریں مثال باشند

باب ۸۶

امیر خراسان کے اجلاس عام میں اور انکی برکت سے اسکے فتح و ظفر اور اسکی ترقی حکومت میں اور عزت ملک کے اسباب اور سیاست شاہی کی ضرورت میں

حکایت هم از اسمٰعیل سامانی امیر خراسان حکایت آوردہ اند کہ ہر وقتے کہ بر خواستے
و بقہستان آمدے منادی کردن فرمودے و نماز دیگر پردہ بر گرفتے و حاجب و دربان نبودے
تا ہر کسے را مظلمہ بودے بیامدے و با وے سخن گفتے و حاجت وے روا کردے و ہم برین مثال
مثال عامل وے کار ہمی راندے تا آنگاہ کہ داوری پیری شدے آنگاہ برخواستے و ریش خود را گرفتے
و روے سوے آسمان کردے آب چشم و گفتے یا رب جہد من این بود کہ کردم و من ندانم کہ از من
بر کدام ستم است و تو خداوندا از درون من آگاہی کہ مرا ستم ناپسند است یا رب مرا بہ شناخت آن عفو کن
و چون سیرتش نکو بود کارش بلند شدہ ہمہ لشکر وے ہزار مرد بودند و بیشتر بار کابہاے چو
بین بودند و عمرو لیث را صد ہزار مرد بودند ہمہ در آہن غرق (خداوند تعالیٰ وبرا یعنی اسمٰعیل
سامانی امیر خراسان را از برکت داد و عدل بر عمرو لیث ظفر داد الخ و صد و سی سال مملکت اندر

بادشاہان اسلام اوران کے آئین سلطنت رعایا کے عرض و معروض بنفس نفیس بلا واسطہ سنا کرتے تھے
اوران کے معاملات و مقدمات ان کے بالمشافہ طے کر دیا کرتے تھے اور عرض حاجت کے لیے بادشاہ کے
روبرو آنے کی ان کو ممانعت اور روک ٹوک نہ تھی اور اس قدر اہتمام اور توجہ کے ساتھ رعایا کی دادرسی اور حاجت
روائی کرتے ہوئے بھی ہمیشہ ان کو خوف رہتا تھا کہ مبادا اپنی جانب سے کسی پر ظلم واقع ہو

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ مقابل و مخالف پر کامیاب ہونے کی اصلی صلاح اور اس کا اصلی ساز و سامان داد و
عدل ہے جس کے ہوتے ہوئے مخالف (گو وہ کتنے ہی ساز و سامان اور کتنے ہی آلات حربیہ کے ساتھ ہو) بعون اللہ
ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا اور اگر صلاح داد و عدل نہ ہو تو جنگ کا تمام ساز و سامان اور اس کے تمام آلات بیکار ہیں
اس بنا پر آج کل جس کر و فر اور جس ساز و سامان اور جس ظاہری شان و شوکت کی طرف حیرت کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں
وہ سب ہماری نگاہ میں ہیچ اور ہمارے قلب میں بے وقعت ہیں اور ہر طرف ہماری منتظرانہ نگاہ ہے کہ کس جہد سے
اسمٰعیل سامانی کے جیسا بادشاہ پیدا ہو کر ایک کو ہزار کے مقابل کھڑا کر دیتا ہے اور کوٹ پتلون کے بدن کو
انکی آرائش و پیرایش سے برہنہ اور انکے ہاتھوں کو انکے ساز و سامان سے بیکار کر کے انکی بے شمار جماعت کو مثل
کنکریوں کے فاخذنٰہ و جنودہ[1] کی الٰہی مشت میں لیکر فنبذنٰہم فی الیم[2] کی بحر فنا میں کیے غرق

[1] پھر لے لیا ہم نے اس کو اور اس کی فوج کو مثل چند کنکریوں کے (اپنی مشت قدرت میں)
[2] پھر ان سب کو اپنی مشت قدرت میں لینے کے بعد پھینکدیا ہم نے ان کو ... دریا میں

خاندان مے بود چوں کار بکودکان رسید برخلق جور کردن وملک ازیشاں برفت الخ

ابوالحسن اہوازی گوید در کتاب فرائد وقلائد الدنیا لاتصفوا لشارب ولایبقی لصاحب

این دنیا سیر نکند ہیچ خورندہ را و وفا نکند ہیچ جویندہ را پس توشہ عمل برگیر امروز برای

فردا کہ نہ امروز ماند نہ فردا الخ

اور نیست ونابود کردیتا ہے اور ان پر فاخرجناھم من جنت وعیون وکنوز ومقام کریم[۱]

کذالک کی حسرت طاری کرکے ان کی جگہ واورثناھا قوما اخرین[۲] کی مبارک اور تازہ آبادی کو کسی

وقت قائم فرمادیتا ہے فرعونی نظروں نے (جو فی الحقیقت حیوانی نظر ہیں) جنکو خفیف وضعیف جانا اور

عبدت بنی اسرائیل[۳] کے مقام میں ان کو اپنا مملوک ومقبوض کیا تھا امید کہ موسوی قوت اس

فرعونی ٹھاٹ کو زیر وزبر کرکے واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض[۴]

ومغاربھا کی زبردست اور وسیع آبادی اور اس کے قائم مقام کرے گی جب فرعونیوں کو ادوا[۵]

الی عباد اللہ کا فرمان بتوسط ... سنایا جائے اور ان کو مہلت پر مہلت دی جائے مگر اس پر بھی ان کا

تمرد اور ظلم دور نہ ہوا اور وہ عصٰی[۶] ادبر یسعیٰ کے عاصیانہ عمل سے باز نہ آئیں تو اس کا انجام

فاخذہ اللہ نکال الاخرۃ والاولیٰ[۷] کے سوائے اور کیا ہوگا یخربون بیوتھم بایدیھم[۸]

کے انداز پر اپنی بربادی اور اپنی آبادی اپنے ہاتھوں اجڑتی ہوئی نظر آرہی ہے آئندہ خدا جانے کہ اول

الحشر[۹] کی ہانک کدھر ہوگی وما یعقلھا الا العالمون[۱۰]

---

۱ (نکالا ہم نے ان کو ان کے باغوں اور چشموں اور خزانوں اور انکی عمدہ عمدہ عمارات ... مقامات سے)

۲ (اور پھر ان باغوں اور چشموں اور خزانوں اور انکی عمدہ عمدہ عمارات سے ان کو نکال کر ... کرکے وہ سب باغ وچشمے اور خزانے اور عمدہ عمدہ مقامات دوسری قوم کو دیدیئے)

۳ (بنی اسرائیل کو تونے اپنا خدمتگار بنالیا

۴ (اور دیدیے ہم نے اس قوم کو جو ضعیف سمجھے جاتے تھے زمین کے مشرقی اور مغربی حصے

۵ (بندگان خدا سے اپنے ظلم اور جبر دور کرکے اور ان پر سے اپنا ... ظلم اور بیجا قبضہ اٹھاکر ان کو اس بیجا تحکم اور قبضہ سے آزادی دیدو اور میرے حوالے کردو)

۶ فرمان کو نہ مانا اور پھر فرمان سے پشت پھیر کر اسی نافرمانی میں وہ لگا رہا۔

۷ پھر اس کو خدائے تعالیٰ نے دنیا وآخرت کی سزاؤں میں گرفتار کردیا)

۸ (خراب کرتے ہیں اپنے گھر اپنے ہاتھوں سے) ۹ تاریخ تسلط سے پہلا اخراج اور پہلی جلاوطنی۔

۱۰ (ان کنایات واشارات کو وہی سمجھیں گے جو عالم ہونگے)

ابن المقفع گوید کہ ملوک ہند را کتب حکمت سی شتر کشیدند پس بفرمود حکما را تا آں مختصر کروند پس ہمہ دانایان را اتفاق افتاد بر چہار سخن یکے سخن ملوک است و آں عدل است دیگر سخن رعیت است و آں طاعت است و یکے سخن تن است و آں ناخوردن تا بوقت گرسنگی و یکے سخن روان است و آں سخن آں ست کہ بخویشتن بنگرند حکمت بزرجمہر را پرسیدند کہ غم ملک اندر چیست گفت غم ملک بچہار چیز پیدا می شود یکے بہ نگاہ داشتن اطراف و باز داشتن دشمن از خویشتن و عزیز داشتن دانایان و اہل فضل و عدل الخ

[illegible]

له یہ انتخاب اور خلاصہ نہایت عجیب و غریب ہے ایک اونٹ کے بوجھ کی مقدار کا اندازہ کیا جائے تو اس اندازہ سے تیس اونٹ کا مجموعی بوجھ بہت بھاری بوجھ ہوتا ہے اگر یہ مجموعی بوجھ وزنی اشیاء کا ہو تو اس کا مجموعی وزن خدا جانے کتنا ہو اور اگر یہ مجموعی بوجھ تعدادی اشیاء کا ہو تو اسی طرح اسکی تعداد بھی خدا جانے کتنی ہو بہر حال اس قدر بوجھ کا وزن یا تعداد کوئی معمولی وزن یا معمولی تعداد نہیں ہوتی بلکہ نہایت بھاری وزن اور بھاری تعداد ہوتی ہے اور کتب منجملہ اشیائے تعدادی میں پھر جو کتابیں تیس اونٹ کا بوجھ ہونگی ان کی تعداد کس قدر بڑھی ہوئی ہوگی اور پھر اس تعداد کی کتابوں میں جو مضامین ہوں گے ان کی تعداد کا کیا حال ہوگا اور اس تعداد کے مضامین کے جو انواع و ابواب ہوں گے وہ بھی اسی طرح بے شمار ہوں گے اب اس قدر مضامین سے اس روح الارواح مضامین کے حاصل کرنے میں کتنی تحقیق در تحقیق اور تدقیق در تدقیق سے ان مضامین کے عوارض و توابع اور وسایل و ذرائع کو چھانتے اور چھانتے ہوئے اور ان سب کو اس روح الارواح میں ضم اور مندرج کرتے ہوئے اس روح الارواح مضامین کو حاصل کرنا پڑا ہوگا اگر غور کیجے تو فی الحقیقت اس خلاصہ کی قابلیت بطفیل نبوت اور باثر نبوت (جو حاصل ہے) حاصل ہوتی ہے اور ہماری نبوت محمدیہ عربیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تمام نبوتوں کی جامع ہے اور اولیت جوامع الکلم کی کلامی اور مضمونی روح الارواح اسی نبوت مبارک کو دی گئی ہے یہاں سے مضمون کی روح کھینچنے کا سبق لیا جاتا ہے اور یہیں سے بلیغانہ انتخاب اور جامعانہ اختصار کی تعلیم ہوتی ہے۔ تمام عالم میں انتخاب بلیغ کا جو فوقانی مدرسہ ہے وہی ایک (اولیت جوامع الکلم) کا عربی مدرسہ ہے اور اس (ایک مدرسہ) کے سوا تمام عالم میں انتخاب کے جو مدارس ہیں وہ تحتانی ہیں۔

واہمنی جہان از سیاست پادشاہ است واجب است پادشاہ را کہ با سیاست بود زیرا کہ سلطان خلیفہ خداوند است حد ہیبت را بداں جائے باید کہ چوں رعیت از دور او را ببیند نیارد قیام کردن۔

پادشاہ ایں زماں را بدیں سیاست و ہیبت باید بود زیرا کہ ایں خلق نہ آنند کہ پیش ازیں بودند کہ زمانہ بے شرمان و بے ادبان و بے رحمان است نعوذ باللہ

اگر سلطان درمیانہ ایشان ضعیف بود بیشک جہاں ویران شود بدین و دنیا زیرا کہ جور سلطان بصد سال چنداں زیاں نکند کہ یکسالہ جور رعیت الخ

بزرجمہر را پرسیدند کہ کدام سلطان پاکیزہ تر است گفت آنکہ پاکیزگان ازوے ایمن باشند و گناہگاران ازوے بترسند۔ اما سلطان بے سیاست را چشم خلق خطر نبود الخ

باب ۸۷

شاہانہ مصروفیت اور شاہانہ نگرانی اور شاہانہ فرائض اور خدمات سرکاری کے قابل اشخاص کے بیان میں

اما پادشاہ را نرد و شطرنج باختن و مے خوردن و گوئے زدن حرام است زیرا کہ ہر آنکہ کارہا دارد ہر کارے را وقتے است۔ اما خسروان پیشین روز را بچہار قسم کردندے یک قسم اندر پادشاہی نظر کردندے و مظلوماں را داد دادندے و یکے قسم ایزد سبحانہ تعالیٰ را پرستیدندے و طاعت کردندے و قسم سوم خوردن و خفتن و ازیں جہاں بہرہ گرفتن و شادی و خرمی کردن و قسم چہارم شکار کردن و چوگان زدن و آنچہ بدیں ماند مشغول گشتندے۔

اما بہرام گور روزگار خویش بدو نیم کردہ بود یک نیمہ روز در کار مردمان بودے و یک

---

(۱). اس وقت حضرت علی کی سیاسی کاروائیاں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اصلی اصول پر مبنی اور موجودہ زمانہ کے لحاظ سے نہایت مستحسن بلکہ ضروری ہیں

نیمہ روز بیا سودے و اندر عصر بادشاہی وے کسے روز تمام کار نہ کردے الخ

و بادشاہ باید کہ مملکت خویش راچناں تیار دارد کہ خانۂ خویش را تا جہاں آباد آں بود الخ

و بادشاہ باید کہ شتاب زدہ نبود کہ حکیماں گفتہ اند سہ کار از سہ گروہ زشت بود تندی

از بادشاہان و حرص از عالمان بر مال دنیا و بخل از توانگران الخ

چہار چیز فریضہ است بر ملوک پاک کردن ملک خویش از بے اصلاں و آباداں داشتن

خردمنداں و نگہداشت کردن در ملک آرائے پیران را و زیارت کردن در ملک

نیکاں را بہ کم کردن بداں چوں اوباش و بیباک وغیرہ

حکایت چوں عمر عبد العزیز بخلافت نشست نامہ نوشت بحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

و گفت اعنی باصحابک جواب فرستاد اما طالب الدنیا فلا خیر فیہ و ما طالب

الاخرۃ فلا یرغب فیک ولکن اکتف بذوی الانساب فانھم اذا لم یتقوا

یکرموا۔ گفت کسے را فرست از یاران خویش تا ما را دریں کار یاری کند جواب فرستاد کہ ایں کس

کہ تو فرستم از دو حال بیروں نبود اما طالب ایں جہاں ترا نصیحت نکند و طالب آں جہاں

با تو صحبت نکند و لیکن پیوند کن بخداوندان اصل کہ اگر پرہیز نکنند بارے مرداں را گرامی دارند

و اصل پاک ہرگز خطا نکند اما بادشاہ چناں باید کہ وزارت خویشتن و عملے از اعمال را بدست

ناسزایاں ندہد و در دست خداوندان اصل و نسب نہد کہ اگر بدست ناسزا دہد ملک خویش

بباد دہد و مملکت ویران شود و خلل بسیار پدید آید از ہر جنسے و از ہر روئے نعوذ باللہ من ذالک

مملکت کی خدمات و عہدہ جات کی تفویض کے لیے یہ جواب ایک بہت بڑا اصول ہے جسکی رعایت باذن اللہ

حافظ مملکت ہوتی ہے جب اس تشریح نبی سے خدمات کی تفویض ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ انتظام مملکت میں خلل واقع

نہ ہوگا ورنہ بہت ہی درہمی برہمی کا اندیشہ ہے۔　اس اصول کی طرف حضرت اعلیٰ کی توجہ خاص مبذول ہو تو

اس سے مملکت کے مخلص خادموں اور صادق عقیدتمندوں کی ایک خاصی جماعت تیار ہوگی۔

ملک کے تفویض خدمات کا بہت بڑا اصول

حضرت حسن بصری کا ارشاد

شاہانہ ہمت کا بیان

چنانکہ شاعر گوید ؎ خانہ کہ ویراں شود ز اول بنا ترک ترک بنقید ازیں دیوار بہ دولت
کز خانہ بخواہد رفتن بہ خود کار دہد بنا سزاوار۔

باب (۸۸)

شاہانہ ہمت اور بادشاہوں کے آداب خدمت اور نقل مضمون سبحۃ الابرار کی تمہید میں

اندر ہمت ملوک امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ گفت نگر تا خسیس ہمت نباشی کہ چیزے ندیدم مرد را ازیں قدر افگنندہ تر از دون ہمتی عمرو بن العاص گوید مرد خویشتن را آنجا کہ ہمت اوست رساند و اگر خود را عزیز دارد بلند شود و اگر خود را خوار دارد خوار شود و مردم نزدیک مردمان عزیز نشوند تا خویشتن را عزیز ندارند و کسی ویرا مقدار نداند تا وے قدر خویش ندارد۔ و عزیز داشتن خویش را آں بود کہ با ناکساں نیامیزد و کارے کہ اندر خور وے نبود نکند و چیزے نگوید کہ ویرا براں عیب دارند۔

بادشاہوں کی خدمت کے آداب

اما ہمت و پر دلی ملوک و مہتران راست و ہر ملکے را کہ ایں خصلت نبودہ است ندیمان و وزیرانش بہ تکلف بیاموختند۔
در آداب قیام نمودن بخدمت ملوک اعز اللہ انصارہم ہر کہ خدمت ملوک کند او را چند چیز باید تا شایستہ خدمت ملوک گردد شعر

۱؎ اس تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ عزت کوئی بیرونی شئے نہیں ہے بلکہ وہ ایک خاص انسان کی اندرونی شئے ہے لہٰذا انسان کو اس کی تحصیل میں اس امر کی ضرورت نہیں ہوتی کہ محنت و مشقت اٹھا کر کہیں باہر سے اس کو کھینچ کھانچ کر لائے بلکہ وہ ایسی شئے ہے کہ جو خود اندرون انسان موجود ہے اور اس کا سررشتہ انسان کے دست قدرت میں دیا گیا ہے پھر ایسی چیز کا ضایع کرنا انسانی ہمت و شرافت کے بالکل خلاف ہے

اذا خدمت الملوک فالبس — من التوقی اعز ملبس
ادخل علیهم وانت اعمی — واخرج اذا خرجت اخرس

نظم

هر که خواهد که بود پیش سلاطین پایه — همچو شمعش نگزیرد ز ثبات قدمے
ادب آنست که اگر تیغ نهندش بر سر — بایدش داشت زبان پوشش بر پرسش و کمے
بعد ازاں کارش اگر زانکه نظامے گیرد — گو مشو غره که ناگه بکشندش بدمے

رباعی

گر گشتی خدمت ملوک طلب — شو ز آہستگی ہوش سلب
اندر آئی فراز کرده دو چشم — بدر آئی فراز کرده دو لب

و هر که خدمت پادشاه گستاخ کند بخود ستیزه کار بود
اگر همه فرزند شاه است بهیچ روئے گستاخی روا نیست در خدمت ایشاں
اگر پادشاه را تو باشی پسر — همی ترس از و که بیندازدت سر

یہاں تک تو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کتاب تبر الملوک کا خلاصہ مضمون ختم ہوا اب مولانا ...... جامی قدس سرہ السامی کی کتاب تحفۃ الابرار سے ان کی نظم پرعزم نقل کیجاتی ہے جیسے امام غزالی رح نے اپنی کتاب تبر الملوک میں بادشاہ کو مخاطب فرمایا تھا اسی طرح مولانا جامی نے بھی اپنی کتاب سبحۃ الابرار میں نصیحت سلاطین کے لیے ایک خاص عنوان قائم فرماکر اس (عنوان) میں بادشاہ کو مخاطب فرمایا ہے مگر کتاب تبر الملوک کی تالیف خاص بادشاہ کیلئے ہوی ہے لہذا وہ من اولہ الی آخرہ خاص سلطنت کا دینی اور دنیوی دستور العمل ہے۔

اور کتاب سبحۃ الابرار تصوف اور مواعظ عام میں ہے مگر اس میں جیسے تصوف اور مواعظ کے متعلق مضامین کے لئے جدا جدا عنوان قائم کئے ہیں ویسے ہی سلطنت کے متعلقہ مضامین کے لئے بھی اس میں مسلسل تین مستقل عنوان قائم فرمائے ہیں جنمیں سے

پہلا عنوان سلاطین کی دولت خواہی میں ہے اور اس کے متصل

دوسرا عنوان ارکان دولت کی نصیحت و نیک خواہی میں ہے اور اس دوسرے عنوان سے متصل

تیسرا عنوان رعایا کی اس ہدایت میں ہے کہ وہ ہمیشہ سلاطین کے حق شناس و نمک خوار اور ان کے مطیع و وابستہ رہیں۔ ہر چند یہاں مقصود اصلی تو پہلا عنوان ہے مگر اس کے ضمن میں اور دو عنوان بھی طبعاً نقل کئے جاتے ہیں پہلے عنوان کو مولانا جامی نے یوں منعقد فرمایا ہے۔

بیان سلطنت کے متعلق تین مسلسل مستقل عنوان

باب (۸۹)

سبحۃ الابرار کے بتیسویں عقد میں جسمیں دولت خواہی سلاطین کا نایاب مضمون ہے

بیان عنوان اول دولت خواہی سلاطین

عقد سی و پنجم

در دولت خواہی سلاطین کہ عدل ایشان سرمایہ آبادانی است و ظلم ایشان پیرایۂ ویرانی

اے بلند از قدمت پایۂ تخت　　تاج را گوہر تو مایۂ بخت

کردہ از صبح ازل ہمرہیست　　سایہ اش دولت ظل اللہیست

منصب خسرویت دادہ خدائے　　کا وری قاعدۂ عدل بجائے

عرش را قاعده این قائمه است ‌‌ شرع را قاعده زین مائده است

شه که از عدل نفس خنده پے است ‌‌ خسروی واسطهٔ خسرو یست

نامهٔ جاه فنا انجام است ‌‌ آنچه جاوید بماند نام است

جم ازیں جام شد و جام نماند ‌‌ وز جم و جام بجز نام نماند

بد که اشکست از مردان گهرش ‌‌ نام بد بهت اشکست وگرش

نیک اگرچه ز فنا گشته گم است ‌‌ نام نیکوش بقائے دوم است

رشتهٔ عمر سراسر هیچ است ‌‌ با درازی که چو شد آخر هیچ است

زیر ایں دائره دیر مدار ‌‌ مدت نوح شد افزوں ز هزار

لیکن امروز هزاراں سال است ‌‌ که جدا مانده ازاں اقبال است

گنج شاهی که خدا داد ترا ‌‌ قیمت ملک بقا داد است ترا

عدل یکساعته ات را بقیاس ‌‌ شصت ساله عمل خیر شناس

خود ده انصاف که ایں پایه کراست ‌‌ بهر سود ابدی مایه کراست

گر بدیں مایه زیاں کار شوی ‌‌ وائے آں روز که هشیار شوی

روئے در صحبت دین داران آر ‌‌ که خراب است ز بے دیناں کار

اس شعر میں حدیث شریف کے مضمون کو ذکر فرمایا ہے جس میں بادشاہ کے عادلانہ عمل کا ادنیٰ سے ادنیٰ زمانہ یعنی ایک ساعت ایک عمر اصلی یعنی (ساٹھ سال) کے برابر (جو از ابتدا تا انتہا خیر ہی خیر میں بسر ہوئی ہو) ٹھہرایا ہے۔ اس سے بادشاہ کے خاص بادشاہی عمل (یعنی عدل) کی (گو وہ زمانہ اور مقدار اتھوڑے سے تھوڑا کیوں نہ ہو) عام اعمال (یعنی عام لوگوں کے تمام نیک اعمال گو وہ زمانا اور مقدار از یادہ سے زیادہ کیوں نہ ہوں) پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اسی وجہ سے حضرت جامی نے اس امر کو بتایا ہے کہ بجز بادشاہ کے ایسی پونجی کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی لہٰذا اس پونجی سے سلطنت کی وسعت و ترقی اور اسکے استحکام و بقا اور اس کے علاوہ دنیا اور آخرت کے منافع بیشمار حاصل کرنے میں بادشاہ کو سستی نہ کرنی چاہیے۔ ان اشعار میں مولانا جامی نے شاہ عالیجاہ کو یہ بتایا ہے کہ کون اشخاص انکی مصاحبت کے قابل ہیں؟ اور کون ناقابل اور یہ کہ مصاحب ناقابل سے بجز خرابی کے اور کچھ حاصل نہیں۔

[illegible]

سلفگانے کہ سر افراختہ اند — بہر دنیا ہے تو دیں باختہ اند

جاہلانند ہمہ جاہ طلب — خویشتن را علما کردہ لقب

چشمہا یند دریں تیرہ مغاک — گشتہ از جیفۂ دنیا ناپاک

جستن پاکی ازیں قوم خطا است — زآب ناپاک طہارت نہ رواست

بیخ ظلم از دل خود پاک بکن — شاخ ظالم بہ سیاست بشکن

بلکہ آں بیخ جو برکندہ شود — شاخ ناچار سر افگندہ شود

تیشہ بر بیخ چو رانی گستاخ — تازہ بر جائے کجا ماند شاخ

حیف باشد کہ دراں روزگراں — از تو پرسند گناہ دگراں

تیغ برکش از کینہ وری — کہ باشد دلت از کینہ بری

خشم و کیں چشم خرد را رمد است — نارسیدہ زرمد بہ خرد است

چوں کند آتش خشم تو علم — آب عفوش بزن از بحر کرم

تا نسوزی گہے از دشمن خویش — مشو آتش فگن خرمن خویش

خشم کز غیرت دیں شعلہ کش است — روشنی جستن ازاں شعلہ خوش است

گرچہ در چشم کساں شعلہ نما است — برلب خضر وشاں آب بقاست

مکن اندر کشش خلق شتاب — کہ تانی است دریں کار صواب

ہر کہ سر شد بزمیں افگندہ — نشود جز بہ قیامت زندہ

مولانا جامی نے ان اشعار میں نفسانی غصہ سے دل کو پاک کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ ایسے غصہ سے عقل کا زوال ہو جاتا ہے لہٰذا وہ شاہانہ طبیعت کے خلاف اور انتظام ملکی میں مخل اور مضر ہے۔
اوپر کے اشعار میں نفسانی غصہ کی برائی کا سلسلہ قائم فرمایا ہے جس سے اشتباہ ہوتا تھا کہ شاید غصہ مطلقاً مذموم ہو اور حالانکہ دینی غصہ مذموم نہیں بلکہ محمود و مطلوب ہے لہٰذا اس شعر اور اس کے متصلہ شعر میں دینی غصہ کو نفسانی غصہ سے ممیز اور مستثنےٰ فرما دیا تا کہ اشتباہ رفع ہو۔

وانکہ بندہ ست خود از خوے درشت | ہر کشش خواہی بتوانی کشت
نرم باراں بزراعت دہد آب | چوں مفصل سیل شود کشت خراب
گر ستم دیدہ از کشور تو | دادخواہاں را برسد بر در تو
با تو مظلومی خود عرض کند | بر تو فریاد رسی فرض کند
بیں کہ آں ظلم ز ظالم بہ مثل | گر رود با تو چہ آری بہ عمل
سختی روز جزا آساں کن | از براے دگراں ہم آں کن
با اسیراں بہ محنت شدہ بند | انچہ با خود نہ پسندی مپسند
گوش بر قصۂ محتاجاں دار | کار حاجت طلباں زود گذار
تا بود حاجت حاجتمنداں | نیست خوش طاعت دیگر چنداں
ہمچو طاوس خود آرائے مباش | در خود آرائی خود رائے مباش

بادشاہ کو مظلوم اور اہل حاجت کی جانب توجہ اور خود آرائی سے پرہیز

ان اشعار میں بادشاہ کو بذات خود مظلوموں کی جانب متوجہ ہونے اور ان کی داد دینے اور ظالم سے ان (مظلوموں) کے انتقام لینے کی (جو سلطنت کا بہت بڑا اہم واقدم فریضہ ہے) ہدایت فرمائی ہے۔
اس شعر اور اس کے لاحقہ شعر میں بادشاہ کو اس امر کی توجہ دلائی ہے کہ وہ بنفس نفیس اہل حاجات کی عرض معروض سنا کریں اور جلد انکی حاجتیں پوری فرمایا کریں اور بیان فرمایا ہے کہ جب تک ان کو اس (حاجتمندوں کی حاجت روائی کے) کام سے فراغ نہ ہو اس وقت تک اس کام سے بڑھ کر ان کے لیے کوئی طاعت نہیں
اس شعر سے لیکر تحت کے اور تین شعروں تک مولانا جامی نے بادشاہ کو فرط تجمل سے اور تکلفانہ تجمل سے باز رہنے کی ہدایت فرمائی ہے اور بادشاہ ہونے کی اصلی زینت اور اصلی تجمل کا سرمایہ قائم فرمایا ہے اور اس شعر کے (ہر بیانت کمر طاعت بند بندہ کم شو بہ کمر بندی کس) اس مصرع آخر میں کہ (بندہ کم شو بہ کمر بندی کس) اپنے کو اور اپنی سلطنت کو خاص و مستقل فرما لینے اور قامت و مداخلت اغیار سے اس کو بچا لینے اور ملک کے اندرونی یعنی ملکی فنون سے اپنے نفس میں طبعی استغنا پیدا کر لینے کے سامان کا اشارہ فرمایا ہے یہ دعاگوئے مخلص بھی اپنے بادشاہ اسلام یادگار ملک نظام لازالت دولتہ قائمہ الی یوم القیامہ سے باوجود احتشام مولانا جامی کے اس شعر مبارک کا ذکر کرکے بخلوص عقیدت عرض کرتا ہے کہ دعاگوئے دولت کی تمنا ہے کہ خاطر عاطر اس شعر مبارک کی طرف متوجہ فرمائی جائے گی اور اس شعر کے دوسرے مصرعہ کا عمق اور اسکے تمام جوانب و جہات پیش نظر ہونگے اور اس بعد وقت گرامی اور فکر بلند کا کچھ حصہ سابقہ اور لاحقہ احوال اور ان احوال کے قلب و اصلاح کی جانبازانہ اور حکیمانہ تدبیر میں مصروف فرمایا جائیگا اور اس تدبیر کے عملی اظہار میں شاہانہ عزم سے کام لیا جائے گا جو امر سلطنت کا مقصد اعظم ہو اور آئندہ وہی اس عملی اظہار کا عمدہ نتیجہ ہے اور وہ حضرت اعلیٰ سے مخفی نہیں ہے ۱۲

افسر فرق تو بس عنبر بجود ‌ ‌ زیور دست تو زر بخشی و جود

بر میانت بکمر طاعت ببس ‌ ‌ بندہ کم شو بکمر بندی کس

کلہ از عدل وقبا پوشش زداد ‌ ‌ بر تو ایں نکتہ فراموش مباد

زانکہ آبادی ملک از عدل است ‌ ‌ از غم آزادی ملک از عدل است

تا رعیت ز ملک شاد نہ شد ‌ ‌ ملک از سعی وے آباد نہ شد

یہاں تک پینتیسویں عقد میں مولانا جامی نے دولت خواہی سلاطین کا مضمون لکھا ہے اب اس (پینتیسویں) عقد کو ختم فرما کر اس کے بعد نیکخواہی ارکان دولت کے مضمون میں چھتیسواں عقد یوں قائم فرماتے ہیں۔

باب (۹۰)

سبحۃ الابرار کے چھتیسویں عقد میں جس میں نیکخواہی ارکان دولت کا نادر مضمون ہے

عقد سی و ششم

در نیکخواہی ارکان دولت کہ میان بادشاہان و رعایا رابطہ اند و در حصول آثار عدل و ظلم واسطہ

اے ز مے قرب شہت بردہ زدست ‌ ‌ زیں قرابہ نشدہ کس چو تو مست

زود باشد کہ دہد خونابہ ‌ ‌ ساقی دوریت ازیں قرابہ

حق ایں قرب بشکر آز بجائے ‌ ‌ قرب حق بر سر ایں قرب فزائے

مولانا جامی نے اس شعر اور اس کے لاحقہ شعر میں ارکان دولت کو قرب شاہی پر مغرور نہ ہونے کی تنبیہ فرمائی یہاں سے قرب شاہی کی شکر گزاری اور اس کے حقوق و فرائض کا بیان شروع ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مقربان و ارکان دولت پر لازم ہے کہ وہ ہمیشہ بادشاہ کے ناصح مخلص بنے رہیں اور ہر پہلو سے بادشاہ

چیست شکر و این کرم و لطف شگرف — در رضاجوئی حق کردن صرف
شاہ اگر خنجر خوں ریز شود — بہر آزار کساں تیز شود
سخت روئی چو سپر پیش آری — رحم بر بیگنہش نگذاری
دگر او برق شرر وزاں گردد — ور غضب آتش سوزاں گردد
نایداز تو کہ ازو تاب زنی — بلکہ برآتش او آب زنی
اہل حاجت چو در جود زنند — دم ز اندیشۂ مقصود زنند
اگر او راہ خساست سپرد — بخل را عقل و کیاست شمرد
تو سوئے جود کنی رہبریش — رو با احسان عطا آوریش
وگر او پشت بانصاف کند — در عطا و کرم اسراف کند
تو در اصلاح تک و پوئے کنی — بطریق وسطش روئے کنی
وگر او راہ طبیعت گیرد — ترک قانون شریعت گیرد
باز داری ز طبیعت رویش — ہادی دین شریعت سویش

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) کی دینی اور دنیوی بہبودی اور ملک و رعیت کی صلاح و فلاح میں کوشاں رہیں اس قسم کے ارکان دولت اولوالعزم اور عالی ظرف اور دولت کے ارکان حقیقی اور ملک عالی اور بادشاہ کے سچے خیرخواہ ہوتے ہیں نہ یہ کہ صرف اپنی جاہ و قرب کی اغراض یا محض اس کی ظاہری اور سطحی رسوم و آئین (ان مقربان و ارکان دولت) کے پیش نظر ہوں اور فقط ان اغراض نفسانی کی نگہداشت یا ان ظاہری رسوم و آئین کی پابندی کے سوا ان کو قرب سلطنت اور رکنیت دولت کے اصلی اغراض اور معنوی جہات سے کچھ سروکار نہ ہو اور بادشاہ کی نصیحت اور انکی اصلاح معاملات کی مصروفیت کو سوء ادبی اور آئین قرب کے خلاف جانے اور ان (بادشاہوں) کی کسی بات یا کسی معاملہ کے درپے اصلاح و تدارک رہنے کو وہ جرأت و گستاخی سمجھیں ہم حکم کے مقربان و ارکان دولت کم ظرف و پست فطرت اور نکمّے اور برائے نام دولت کے ارکان ہوتے ہیں اور بجائے اس کے کہ ان پر رکن دولت ہونا صادق ہو سکے فی الحقیقت انکی رکنیت محض ایک سرابی اور حبابی صورت رکھتی ہے اور حقیقت و معنی سے بالکل عاری ہے اور اس بنا پر ایک لمحہ کے لئے بھی وہ اپنی رکنیت پر بحال اور قائم رہنے کے قابل نہیں ہیں۔

دگر او ز جور ظالم نه شود — باعث رد مظالم نه شود

تو بران زجر کنی انگیزش — سازی از بهر مظالم تیزش

این بود رسم و ره آگاهی — شاه را صورت و دولت خواهی

نه که در نیک و بدش یار شوی — در شر و شور مددگار شوی

هرچه خواهد دل او آن خواهی — عالمی را ز ستم جان کاهی

ظلم را قاعده شوم نهی — بار بر گردن مظلوم نهی

دین فروشی و دیانت دانی — کفر ورزی و کفایت خوانی

کافی آری و این پنهان نیست — کز کفایت ده تو و کشته دولت

ستم شیرین نکنی در شوره — رونق دین شکنی از تو ره

خوان صد مظلمه آری سویش — تا شکم پر کنی از پهلویش

همچو روبه که ز کوه نظری — از چراگاه بصد حیله گری

گاو را در نظر شیر برد — تا ز پس مانده او سیر خورد

دین خود جمله بدنیا دادی — طرفه کز دنیا هم ناشادی

می سزد گر نهدت طبع کرام — خسر الدنیا و الآخره نام

پیش ازین نیز سلاطین بودند — که همه صاحب تمکین بودند

یہاں سے مقربان سلطنت کی اس روش کا ذکر شروع ہوتا ہے جو تقرب شاہی کی شکر گزاری اور اس کے حقوق و فرائض کے بالکل منافی ہے۔

مقربان سلطنت کی نامناسب روش کے بیان کو اس شعر پر ختم فرمایا ہے جسمیں انکی غیر مناسب روش کی بدنامی اور بدانجامی کا (جسکی اوپر کوئی بدنامی اور بدانجامی نہیں ہے) ذکر ہے گویا کل دنیا جو بدانجامی اس قسم کے مقربان سلطنت کے حصہ میں آئی ہے یہاں بیانا اس بیان کا انجام اسی بدانجامی کے ذکر پر ہوا ہے جو خالی از لطف نہیں ہے۔ چونکہ واقعات و نظائر امورات حقیقیہ کے مظاہر ہوتے ہیں لہذا

بود شاں کارگذاراں در پیش — ہمہ پاکیزہ دل و نیک اندیش
نیاے خود تیغ دیں کردہ — رسم دیں پروری آئین کردہ
برگرفتہ ز میاں بہرۂ خویش — کردہ مرأت صفا چہرۂ خویش
گشتہ از عاقبت کار آگاہ — غم خور خلق و نصیحت گر شاہ
چوں یکے نکتہ بشاہے گفتے — شاہ ازاں نکتہ چو گل بشگفتے
دل ز آلایش غفلت شستے — زاں قبیل نکتہ دیگر جستے

مولانا ۔ ۔ ۔ جامی نے نیک خواہی ارکان دولت کے مضمون کو یہاں ختم فرمادیا اب اس کے بعد نتیسویں عقد میں حضرات سلاطین کی حق شناسی اور شکر گزاری کا مضمون بیان فرماکر اسی پر سلطنت کے متعلقہ مضامین ختم فرماتے ہیں اور وہ عقد یہ ہے

باب ۹۱

بسحقہ الا کے سنتیسویں عقد میں نہایت جامعیت و بلاغت کے ساتھ رعایا کو اطاعت سلاطین کی ہدایت فرمائی ہے

عقد سی و ہفتم

در دلالت رعایا بہ چہ عادت و چہ خیر حق شناسی و شکر گزاری سلاطین چہ عادل و چہ جائر

مولانا ۔ ۔ ۔ جامی ۔ ۔ ۔ یہاں سے قرب شاہی کے فرائض حقیقیہ کو واقعات و نظائر کے مقام میں لائے تا ان فرائض حقیقیہ کا خوب ظہور ہو اور عبرت حاصل کرنے میں اس سے بڑی تائید ملے اور معلوم ہو کہ مقربان سلطنت اور ارکان دولت اس شان کے ہوتے ہیں اور جنکی شان اس کے خلاف ہو وہ صرف رسمی اور اسمی مقرب ہیں نہ حقیقی اور معنوی۔ اس عقد کے مضمون میں عاجز نے

تیسواں عقد سلاطین کی حق شناسی و شکر گزاری میں

اے۱ دریں تنگ قضا گشتہ اسیر　　زیر تیغ و قلم شاہ و وزیر

کہ ز تیغ ستمے ہمچو قلم　　فرق سر شق شدہ از رنج و الم

گہ بزخم قلمے ہمچو تیغ　　غرق خوں ماندہ افسوس و دریغ

جگرے گیر بدنداں شب و روز　　باش خرم و خنداں شب و روز

پردۂ تنگدلی ساز مکن　　داستان گلہ آغاز مکن

ہمچو زخمے از اثر تیغ بخند　　لوح سان نقش قلم را مپسند

نفع تشمیش بود از ضررش　　خیر او نیز ہم افزوں ز شرش

شکر نفعش چو نگفتی ہرگز　　چون گل از وے نشگفتی ہرگز

ایں ہمہ از ضرر او گلہ چیست　　خیر او بیں ز شر او گلہ چیست

گنج بے رنج ندیداست کسے　　گل بے خار نچیداست کسے

مستقل کتاب مسمی بہ منتہی الکلام فی اطاعۃ حضرت النظام (جو بیشگاہ اقدس کی مقبولہ ہے) لکھی ہے اور اس میں اپنی وسعت کے موافق اس عقد کے مضمون کا حق ادا کیا ہے اور ہمیشہ خدا تعالے کی بارگاہ میں اس کی یہ التجا ہے کہ خدائے تعالی ہمارے برادران اسلام اور جملہ رعایائے حضرت نظام کو اس کے موافق پابند ہونے اور عمل آوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

ان۲ چند اشعار میں مولانا جامی نے رعایا کو اس امر کی ہدایت فرمائی ہے کہ اگر سلاطین نے انکی جان تک بھی نوبت پہنچادی ہے تو اس وقت بھی حضرات سلاطین سے شکایت اور گلہ کرنے کی جگہ رضاو تسلیم اور فرحت و مسرت کا ہی اظہار کریں چہ جائیکہ محض اپنی اغراض کی پیروی اور اپنی ہوائے نفسانی کے اتباع سے حضرت سلاطین کی شکایتوں سے اپنی زبان آلودہ کریں ایسے لوگ شوم اور بُرا اور اپنی شومی اور نحوست کی وجہ سے قابل رفع و استیصال ہوتے ہیں۔

اس۳ شعر اور نیز ما بعد کے دونوں شعروں میں مولانا جامی نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وجود شاہی کے جو منافع اور بھلائیاں ہوتی ہیں ان کے مقابل بادشاہ کے ضرر و شر قابل اعتبار و شمار نہیں ہوسکتے بلکہ کالعدم سمجھے جاتے ہیں لہذا جب منافع شاہی کو سمجھ بوجھ کر اسکی شکر گزاری ہی نہ کی جائے اور ان منافع کے حقوق ادا کرنے کی نوبت ہی نہ پہنچے تو پھر ان کے ضرر کا (جو ان کے منافع کے مقابل کالعدم سمجھے جاتے ہیں) کب

رعایا کو بادشاہوں کی شکایت نہ کرنی چاہیے

گر نہ شہ داور عالم بودے / کار عالم ہمہ درہم بودے

گر شبان پاس ندارد رمہ را / گرگ از پاے در آرد ہمہ را

باغبان گر نہ زند بانگ بباغ / قرص انجیر شود نان کلاغ

تیغ او گر بمیان سد نشود / کید یاجوج فتن رد نشود

رمح او شاخ سعادت ثمر است / کہ ازو کام عمل میوہ خور است

خود او بیضۂ سیمرغ ظفر / طائر نصرت از آنجا زدہ پر

برق از زرہ او پرتو تاب / چشمہ ساز جوے مردان آب

تیغ او مرغ پران سوے عدوے / نامہ مرگ بر جان عدوے

بر کمانش کہ زہر گوشہ زہ است / رو بصید ظفرت توشہ دہ است

افسرش کنگرۂ دولت تست / کمرش بستہ پے خدمت تست

قہر او گر نشود شحنۂ شہر / شہد در کام کسان گردد زہر

خلق او گر نشود لطف طلسم / بگسلد رابطۂ روح ز جسم

در حضر روشنی جاہت از وست / در سفر ایمنی راہت از وست

گلہ کر سکتے ہیں حاصل یہ کہ جب بادشاہ کے منافع اور ان کے مفاسد دونوں دیکھے جائیں اور شکر اور گلہ کے لئے وہ دونوں جمع کئے جائیں تو بغیر اس کے کہ ان کے شر سے قطع نظر کر کے صرف ان کے منافع پیش نظر ہوں اور اسکی شکر گزاری کی جاوے اور ان کے ضرر کی شکایت نہ کی جائے گزیر نہیں ہوتا۔

اس شعر میں منافع شاہی کو گنج اور گل سے تشبیہ دی ہے اور مضار شاہی کو رنج و خار سے (جو حصول گنج و گل کی تکالیف راہ میں) پھر جیسے گنج و گل کے حصول کے لیے رنج و خار کی ہرگز پروا نہیں ہوتی اور اوس گنج و گل کی راحت کے سامنے اس رنج و خار کی مشقت ہیچ سمجھی جاتی ہے علی ہذا بادشاہی منافع کے مقابل (جو مثل گنج و گل ہیں) انکے مضار (جو مثل رنج و خار ہیں) ہیچ ہیں مسلمان قوم و ملت کے خیالات و ہدایات یوں ہوا کرتے ہیں

یہاں سے بادشاہ کی ضرورت اور اسکی عظمت و جلالت اور دین و دنیا اور انسان کی آسایش و بقا کے

سوے تو ظلم از و کرہ کرد — دست ظلم دگراں کوتہ کرد
تخم روزیست کہ دہقاں کارد — نکہت از بازوے سلطاں دارد
تاجراں رخت کہ از رہ آرند — سوئے شہر از مدد شہ ارند
پاسبان شب از و زد و ایست — حارس روز تو بے مزد و ایست
خویش و بیگانہ از و قافلہ شو — راہ وے راہ از و قافلہ رو
سنت و شرع از و پشت قوی — شرع داں زو یلدی و بیدوی
مسجد و منبر از و معمور است — دین و دولت ز خرابی دور است
ایں ہمہ کارگر و کارگری — نیست جز بہر تو چوں درنگری
قدر ہر یک کہ شمردم بشناس — پیشہ کن قاعدہ شکر و سپاس
از برائے تو یکے کار گزار — گر ز بے مزد کند ایں ہمہ کار

تمام جزوی وکلی اسباب وسامان کے پیدا کرنے اور انکے انتظام دینے میں انکے وجود کی ضرورت کا بیان شروع ہوا ہے اور عاجز نے اس بیان کو کتاب منتہی الکلام میں خوب مفصل لکھا ہے اور بر محل اس کا کچھ بیان اس کتاب میں بھی آگیا ہے۔

یہاں تک وجود شاہی کے بشیار فواید ومنافع اور حضرت شاہی کے بے نہایت احسانات وکرم کا بیان فرما کر اب اس شعر اور اس کے تحتانی شعر میں اس امر کا اظہار فرمایا جاتا ہے کہ جو سلطانی لشکر و رعایا اس قدر کارگزاری اور کارسازی جو ہو رہی ہے وہ ذات سلطانی کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ سب کچھ رعایا اور مخلوق خداوند تعالی کی آسایش و نفع رسانی کے لیے ہے پھر اس کے بعد یہ جتایا جاتا ہے کہ وجود بادشاہی کے جو جو منافع اور ان کے جو جو احسانات میں نے گن گن کر بتائے ہیں ان میں سے ہر ایک نفع اور ہر ایک احسان کی قدر کرو اور بادشاہی کی شکرگزاری اور منت داری کو اپنا پیشہ بناؤ تاکہ وہ شکر گزاری (مثل پیشہ) کبھی تم سے جدا نہ ہو۔

اور پھر ان دو شعروں کے تین تحتانی شعروں میں بذریعہ تمثیل جتایا جاتا ہے کہ تمام رعایا صرف

شاہی اطاعت کے علاوہ [illegible]

گر دو صد گنج گہر افشانی	مزد یک روزہ او نتوانی
نیست ہر نقد کہ گیرد ز تو شاہ	مزد یک کار بر کار آگاہ
ایں ہمہ نالہ و فریاد تو چیست	ایں ہمہ طعنہ و بیداد تو چیست
گرچہ پیش تو بود ظلم نمائے	شاید آں عدل بود پیش خدائے
اے بسا عدل کہ دارائے جہاں	کردہ در صورت ظلم است نہاں

بادشاہ کے ایک ہی روز یا اس سے بھی کم ان کے ایک ہی کام ... کا عوض ادا کرنے سے بھی عاجز ہے چہ جائیکہ ان کے تمام کاموں یا ان کی بادشاہی کی تمام مدت کا عوض ادا کر سکیں۔

جب بادشاہوں کے منافع و احسانات کا بخوبی ثبوت ہو گیا اور اس ثبوت کے بعد بادشاہ کی شکر گزاری اور ان کے ساتھ وابستگی واجب ہونے کا قطعی فیصلہ ہو چکا تو اب باوجود اس ثبوت اور فیصلہ کے بادشاہ کی شکایت کرنی اور خلاف حق و خلاف انصاف ان کے حق میں طعنہ کرنا صرف جاہلانہ اور معاندانہ کارروائی ہے لہذا اس شعر میں مولانا ... جامی نے بادشاہوں کے حق میں ایسے جاہلانہ اور معاندانہ شکایت اور طعنہ کرنے والوں کی نسبت حیرت ظاہر فرمائی ہے۔

ان دو شعروں میں مولانا ... جامی کی غرض یہ ہے کہ اگر بادشاہ کی کوئی کارروائی بصورت ظلم ظاہر ہو تو اس وقت بھی اس کی نسبت حسن ظن رکھنا چاہئے اور یہ سمجھنا چاہئے کہ شاید اس کے اندر عدل ہو کیونکہ ایسے بہت سے واقعات ہیں کہ جو بظاہر ظلم دکھائی دیتے ہیں مگر فی الحقیقت وہ سراسر عدل ہیں جن سے خدا تعالیٰ کو انصاف اور داد رسانی اور حق رسانی منظور ہوتی ہے اس بنا پر بادشاہی ظلم بھی اس امر پر محمول کیا جائے کہ شاید خدائے تعالیٰ کو ان (بادشاہ) کی اس صورت ظلم کے ذریعہ باطن میں انصاف اور داد رسانی منظور ہو بہر حال مولانا ... جامی نے اپنی تقریر میں بادشاہ کی شکر گزاری اور انکی اطاعت و وابستگی کا بیان اس کے معراج کمال پر پہنچا دیا ہے اور اس بیان کا حق بخوبی ادا فرمایا ہے۔

بادشاہی احسانات و منافع کے مقابل بادشاہی مضرتیں قابل درگزر ہیں۔

دعا گوئے رضا جو

حبیب احمد برزنجی مولف کتاب قوانین الانتظام و اعظم الاخلاق وغیرہ

خاتمہ

ازطرف عبد قاصر محمد عبد القادر کاتب و مالک و مہتمم خورشید پریس

(۱) حضرت مولوی حاجی حبیب احمد صاحب برزنجی مولف کتاب قوانین الانتظام للممالک النظام معہ مقدمہ و کتاب منتہی الکلام فی اطاعۃ حضرت النظام معہ مقدمہ وغیرہا کی دینی تالیفات سے (جس کی تعداد اس وقت تک پچیس ہے اور جو سلطنت کے اکابر فضلا اور عماید و اراکین کی مسلمہ ہیں) نیز انکی مذہبی تحریکات و تذکرات سے (جن سے ان کا کوئی وقت خالی نہیں اور انکے اوقات اس عزیز کام سے معمور رہتے ہیں) ظاہر ہے کہ دین و مذہب خاص انکی فطرت و سرشت ہے جو عملاً ان سے ظاہر ہوتی جاتی ہے اور بغیر اس کے بکار حفظ ان کو سکون [illegible] نہیں۔

(۲) [illegible]س واعلیٰ پر مخفی نہیں ہے کہ عند اللہ اور عند الناس بمقدار عمل آدمی کی قدر و منزلت اور اس کی ترجیح ہوتی ہے اور سادات و شرفا عہدہ داران [illegible] ہوا ریاپان مشروط الخدمت کے علاوہ بلاشرط خدمت حضرت اقدس واعلیٰ کی شاہانہ قدردانی سے سرفراز ہوئے ہیں ان میں سے کسی نے سلطنت کی اس طرح دینی اور علمی خدمت کا فریضہ کما حقہٗ بجا نہیں لایا جس طرح مولوی صاحب موصوف نے بجالایا اس کا ثبوت خود آنکی تالیفات ہیں جن سے مولوی صاحب موصوف کی

ترجیح کا کافی موازنہ ہوتا ہے۔

(۳) عہد آصفیہ کے سلسلہ تالیفات میں موضوع خاص (یعنی خیر خواہی سلطنت اور قومی نصیحت) پر انکی عمدہ تالیفات اس عہد مبارک میں انکے افتخار و امتیاز کا بہت بڑا سرمایہ ہیں۔

(۴) اس بنا پر مولوی صاحب معز کو فی نفس الامر اس ملک میں ایسا امتیاز خاص اور سلطنت کے ساتھ ان کو ایسی مخصوص و ممتاز نسبت ہے جو دوسروں کو نہیں لہذا بہ تفضلات شاہانہ وہ اس امر کے مستحق ہیں کہ انکی قدر شناسی بھی اسی امتیاز کے ساتھ ہو وہ بدرجہ آخر یہاں کے ممتاز علماء و مشائخین سے تو کبھی انکی قدر دانی کم نہ ہو۔

(۵) اور حضور اعلیٰ اور شہزادگان بلند اقبال اور قیام بقائے سلطنت کے حق میں علی الدوام قالاً و حالاً و عملاً بجامعیت دعا وہ مصروف دعا رہیں گے۔

(۶) اور ایسی جامع دعا اور ایسا جامع داعی منجملہ لوازم سلطنت اسلامیہ ہے اور خصوصاً ابتدائے سلطنت اسلامیہ آصفیہ سے ابتک حضرات سلاطین آصفیہ نے اس دعا اور داعی کو اپنی سلطنت کا جزو اعظم قرار دیا ہے اور اسکو سلطنت کا مدار علیہ جانا ہے چنانچہ حضرت مغفرت مآب آصفجاہ اول بانی سلطنت آصفیہ کی وصایائے مبارک سے (جو بنام وصایائے آصفجاہی مطبوع و شائع اور ہند و دکن کی تواریخ میں مذکور ہیں) ظاہر ہے اور ان بعد اسی وصیت پر حضرات سلاطین آصفیہ طیب اللہ ثراہم کا عملدرآمد رہا ہے اور حضرت اعلیٰ اطال اللہ بقاءہ و خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے بہ ترقی و اضافہ اسکو بحال اور قائم رکھا ہے۔

(۷) اور ہند و دکن کے اکابر علما و عابدین نے لفظاً بہ لفظ ان سب کو مانا اور سلطنت اور ملک و ملت کے حق میں انکے غایت مفید ہونے کی تصدیق فرمائی چنانچہ عالیجناب نواب فضیلت جنگ مرحوم اور مولوی محمد احمد رضا صاحب مفتی عدالت العالیہ اور مولوی خیر الدین صاحب وغیرہم کی تقریظات (دیکھئے نقول کتاب ہذا میں مرقوم ہے) ظاہر ہے۔

ہندوستان تک پہنچ گیا چنانچہ مولانا مولوی حافظ اشرف علی صاحب تھانوی اور مولوی حافظ محمد احمد صاحب دیوبندی صاحبزادہ مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم جیسے سچے اور مشہور ہندوستان کے علمانے انکے تدین و تقدس اور انکے حسب و نسب کا اظہار فرمایا ہے اور انکی کتاب قوانین الانتظام لممالک النظام معہ مقدمہ اور کتاب منتہی الکلام فی اطاعۃ حضرت النظام معہ مقدمہ ہر چہار کتب کو نہایت پسند کیا ہے۔ حبیب صاحب معز کے پاس انکی خاندانی شرافت اور انکے ذاتی علم و کمال کے علاوہ انکی خاندانی تالیفات و تعلیمات کا ذخیرہ اور مختلف دول و ممالک کے ذاتی تجارب کا مجموعہ ملک و ملت کیلیے نہایت نافع و کارگر ہے۔

اسی حاوی و محیط نظر سے قوم و ملت کی اصلاح میں کوشش کرنی اپنے آقائے نامدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی نبی اور علمی وراثت سے اس خاندان بر زنجیہ کو پہنچا ہے جس میں انکی مصروفیت مسلسلاً چلی آرہی ہے اب حبیب صاحب معز کی اسی موروثی مصروفیت نے اپنی باریک بین دوربین اور رفیع و محیط نظر سے سب جزو ضرورتوں اور نیز تمام مخفی اور پیچیدہ راستوں کا احساس و احاطہ فرماکر اپنے عزیز وقت کو اس مبارک حکومت خلدہا اللہ تعالیٰ کی خدمت اور ملک و ملت کی اصلاح میں مشغول رکھا ہے۔

پہلی کتاب معہ مقدمہ اس کتاب میں انھوں نے نہایت مرغوب اور دلچسپ طریقہ سے اس طرح خدمت سلطنت بجالائی ہے کہ جس میں ملکی قوانین کا اور اعلیحضرت کی ذات بابرکت کی حفاظت وصحت کی تدبیر کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔

دوسری کتاب معہ مقدمہ جو بالکل اسم بامسمیٰ ہے اور جس میں اعلیٰ حضرت کی اطاعت اور انکے احکامات و انتظامات کے روبرو مودب ہونے اور سر تسلیم خم رکھنے کی نسبت قوم اور ملک کو ایسی ہدایت ہے کہ جس سے بڑھکر اس بارے میں کوئی ہدایت نہیں ہوسکتی۔ گویا مولف نے رعایا کو اپنے شاہ عالیجاہ سے وابستہ کرنے کیلئے غیبی مدارس میں علم بیان کا سبق پڑھا۔ اور اس علم کی وہاں سے سند حاصل کرکے یہ کتاب لکھی۔ اس کتاب کا طرز خاص اور اسکی جدید دلکشی مولف کی نسبت یہ غیبی امداد اور غیبی تعلیم ہونی ظاہر کررہی ہے۔

خلاصہ یہ کہ قوم کی اصلاح و فلاح میں حبیب صاحب معز کے بہت تالیفات ہیں سب کی سب نہایت نادر و قابل قدر و لائق دید ہیں۔ کتاب منتہی الکلام کے طے حکومت کی وسعت و ترقی کا بالکل مہیا مادہ ہے صرف انتظار اس مادہ کو قوت سے فعلیت کیطرف لانے کا ہے۔

چونکہ میں بہ دل و جان اس مبارک حکومت کے سچے ہوا خواہوں اور جان نثاروں میں شامل ہونے کا فخر رکھتا ہوں اور معہذا محب قوم ہوں اور نیز عزیز و نفیس چیز ایک لحظہ بھی اخفا نہیں ہوسکتی لہذا مجھے بغیر اس کے کہ حبیب صاحب معز کو اور ان کے قابل قدر کاموں کو اور انکی ان مخلصانہ تالیفات کو ظاہر

کرول چین نہ ہوا اس بنا پر حبیب صاحب معز کا مختصر حال اور مجمل طور پر انکی مشغولیت و مصروفیت اور انکے بالکل تیار شدہ تالیفات لکھدیں تاکہ قومی اور ملکی بھائی ان سے واقف اور انسے مستفید و مستفیض ہونے کے لیے مستعد ہوجائیں اور بہ دل وجان انکی اشاعت کے لئے بارگاہ الٰہی میں التجا کرتے رہیں لاخیر فی کثیر من نجوٰھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ومن یفعل ذلک ابتغاء مرضات اللہ فسوف نؤتیہ اجرا عظیما۔ ان کے بہت سے مشوروں اور باتوں اور مجلسوں میں بھلائی نہیں البتہ ان مشوروں اور مجلسوں میں بھلائی ہے جو مخلصانہ امداد و اعانت کے لئے یا اور کسی قسم کی بھلائی کے لئے یا لوگوں کی اصلاح اور ان میں باہم اتفاق پیدا کرنے کے لیے ہوں اور جنھوں نے ان باتوں کے لئے خالصا لوجہ اللہ بلا کسی نفسانی غرض کے مشورے کیے یا مجلسیں منعقد کیں تو ہم ضرور ان کو ایسے مشوروں اور ایسی مجلسوں کا بہت بڑا اجر و صلہ دیں گے۔ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین۔ اپنی حالتوں کو سدھارو اور باہم اتفاق رکھو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری (حکومت کی فرمانبرداری جس کے ساتھ ساتھ ہے) کرو اگر ایمان رکھتے ہو۔ ۲۲ آذر سنہ ۱۳۲۳

تقریظ مولانا الحاج الواعظ عالیجناب مولوی محمد خیر المبین صاحب

جناب مولانا مولوی حبیب احمد برزنجی صاحب کا حسب ونسب اور انکی استقامت اور اسکے ساتھ انکی سیر و سیاحت ملک و ملت کیلئے نہایت نافع ہے قومی ہمدردی اور حکومت کے ساتھ خلوص و وفاشعاری ایسے ہی بزرگوں کا شعار ہوتا ہے جس کا مشاہدہ حبیب صاحب معظم میں ہورہا ہے چنانچہ انکی سب تالیفات اسی ہمدردی اور خلوص و وفاشعاری سے تالیف کی گئی ہیں گویا انکی ہمدردانہ اور وفاشعارانہ فطرت نے انکو ان کتابوں کی تالیف پر مجبور کرکے انسے ان کتابوں کی تالیف کروائی منجملہ کتاب اعظم الاخلاق علی مذہب ہے وہ اپنی ہمعصر تالیفات پر مرتبۃً فائق و ممتاز ہے اور اس کا منشا خاص قومی و ملکی اصلاح و فلاح ہے انکے کتب و رسایل سے ثابت ہوتا ہے کہ انکی روحانیت اپنے عہد کا زمانہ اور اسکے تمام ضروریات کو دیکھ رہی تھی جس کے اوپر انھوں نے اپنے تالیفات مرتب کیں اب اس کی اشاعت صرف اعلیٰحضرت دام عمرہ واقبالہ وخلد اللہ ملکہ کی مقبولیت پر منحصر اور اسی کی منتظر ہے۔

تقریظ عالیجناب راجہ اجمان فتح نواز ونت دہا صمدم المہام مال سرکار عالی

مولوی حبیب احمد صاحب برزنجی نے اعظم الاخلاق تصنیف فرمائے ہیں کل تو نہیں اس کو جا بجا سے بغور مطالعہ کیا اس تصنیف سے درجہ اعلیٰ کی لیاقت علمی ظاہر ہوتی ہے رسالہ اشرف المضمون من مقدمہ ابن خلدون بھی اونکی تصنیف اسی قماش کی ہے اس ضعیفی پر اس قدر محنت اٹھانا انھیں کا کام ہے۔ امید قوی ہے کہ پبلک اور علماء و حکماء اس کی قدر کرینگے۔ شرمندہ تحفا مرلیدھر

۱۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۵ھ

170 ب - ٢

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ

۱- اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس [illegible]
عہدہ داران شعبہ جات و نصاب پانچ [illegible]
۲- اساتذہ جامعہ عثمانیہ [illegible] کتابیں [illegible]
اور اراکین دار الترجمہ دس کتابیں [illegible] کتابیں [illegible]
۳- طلبا ایم اے ایل ایل بی [illegible]
کو طلبہ تین کتابیں اور دو [illegible]
طلبا پانچ کتابیں [illegible]
۴- مدت مقررہ پر کتابیں واپس [illegible]
ایک آنہ یومیہ فی کتاب [illegible]
۵- بشرط موقع کتابیں گھر [illegible]
یہ کتب خانہ میں کتاب کا لانا لازم ہے
۶- کتابیں گم [illegible] خراب [illegible]
عائد ہوگی
۷- کتابوں پر کسی قسم کا نشان نہ لگایا جائے
۸- قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں
جاری نہ کی جا سکیں گی فقط